ماہ نامہ

ہمدرد

نونہال

اپریل ۲۰۱۶ء

READING SECTION
Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM

اشاعت کا ۶۴ واں سال

یادگار : شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ ہمدرد نونہال

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا
مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شمارہ ۴ | جلد ۶۴

جمادی الثانی - رجب المرجب ۱۴۳۷ ہجری

اپریل ۲۰۱۶ عیسوی

ٹیلے فون: 36620945 سے 36620949
36616001 سے 36616004

ایکسٹینشن: (054 یا 052 یا 066)

ٹیلے فیکس نمبر: (92-021) 36611755

ای میل: hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان: www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف): www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارہ سعید: www.hakimsaid.info

فیس بک پیج: www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

قیمت عام شمارہ
۳۵ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے)
۳۸۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے)
۵۰۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر)
۳۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے)
۵۰ امریکی ڈالر

- - - - - - - - - - - -

”ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔“

- - - - - - - - - - - -

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

- - - - - - - - - - - -

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر | مصطفیٰ آذر خان، کینیڈا

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد
شہید حکیم محمد سعید کی یاد رہنے والی باتیں

آج کل ہماری زندگی میں کس چیز کی کمی سب سے زیادہ ہے؟

میرے خیال میں سب سے زیادہ کمی جس چیز کی ہے وہ ہے ہمدردی! آج کا انسان اپنے آپ میں مگن اور اپنے فائدے کے کاموں میں اتنا مصروف ہے کہ دوسروں کے لیے کچھ کرنے کی اس کو مہلت ہی نہیں ملتی، اسی لیے زندگی میں وہ مزہ نہیں ہے، جو ہونا چاہیے۔ ہمدردی سے اس شخص کو تو فائدہ پہنچتا ہی ہے جس سے ہمدردی کی جاتی ہے، بلکہ ہمدردی کرنے والا انسان بھی نقصان میں نہیں رہتا۔ ہمدردی کرنے سے انسان کا دل خوش ہوتا ہے اور دل کی خوشی بہت بڑی نعمت ہے۔

قرآن حکیم کی سورۂ الحشر میں صحابۂ کرامؓ کی خوبی یہ بتائی گئی ہے:

''اور یہ لوگ دوسروں کو خود پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے خود ضرورت مند ہوں۔''
(ترجمہ آیت ۹)

آج ہمیں ایسے لوگ بہت کم نظر آتے ہیں جو اپنی ضرورت روک کر دوسرے کی مدد کریں۔ خیر، اتنی ہمدردی نہ سہی، لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں اتنا تو ضرور کرنا چاہیے کہ اپنی ضرورت سے جو کچھ زیادہ ہو، اس سے اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔ جہاں ہم اپنی خوشیوں کے لیے سب کچھ کرتے ہیں، وہاں اگر کسی ضرورت مند کی خوشی کے لیے بھی تھوڑا سا خرچ کریں تو کیا ہمارا دل خوش نہیں ہوگا؟ ضرور ہوگا۔ تجربہ کر کے دیکھو۔

(ہمدرد نونہال دسمبر ۱۹۹۶ء سے لیا گیا)

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

اس مہینے کا خیال

اگر خیال توانا نہ ہو تو
عمل میں زندگی کہاں سے آئے

ہمدرد نونہال پیش ہے۔

پہلی بات لکھنی ہے۔ کیا لکھوں؟ کتنی پہلی باتیں لکھ چکا ہوں اور کتنا لکھوں۔ جب اتفاق سے کوئی پرانا مثلاً پچھلی صدی کا کوئی شمارہ اُٹھاتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ کتنے پیارے پیارے مضمون ہیں۔ کیسی پیاری کہانیاں ہیں۔ کیسی کیسی نظمیں ہیں، کیسی کیسی معلومات ہیں۔

ان پر نظر پڑتی ہے تو ذرا اور پیچھے چلا جاتا ہوں۔ ہمدرد نونہال میں کتنے ادیبوں اور شاعروں نے لکھا اور رسالے کو دل چسپ اور مفید بنایا۔ بس میرا ذہن اسی طرح کام کرنے لگتا ہے اور اس میں خوشی، اطمینان، اعتماد کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں۔

میرے دل کو سکون ملتا ہے کہ میں نے زندگی ضائع نہیں کی۔ وہ بزرگ یاد آنے لگتے ہیں، جن کی ہمت افزائی اور شاباش سے آگے بڑھنے کا جذبہ تازہ ہو جاتا تھا۔ شہید حکیم محمد سعید حسبِ عادت ہنستے مسکراتے ہوئے دل بڑھا رہے ہیں۔ سعدیہ بی بی بھی ساتھ ہیں اور میں ہمدرد نونہال میں نئی زندگی دیکھ رہا ہوں۔

میری اُمید یقین میں بدل جاتی ہے کہ ہمدرد نونہال اسی طرح جاری اور علم کی خدمت میں مصروف رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ ☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

روشن خیالات

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جو بات سنے، بغیر تحقیق کے لوگوں سے بیان کرنا شروع کردے۔ مرسلہ : سمیہ وسیم شیخ، سکھر

حضرت عمر فاروقؓ

کسی شخص کے اخلاق و عادات پر اس وقت تک یقین نہ کرو، جب تک کہ اسے غصے کی حالت میں نہ آزمالو۔ مرسلہ : عرشیہ نوید حسنات، کراچی

شیخ سعدی شیرازیؒ

لمبی عمر کا راز صبر میں پوشیدہ ہے۔

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، کراچی

قائداعظم

علم، تلوار سے زیادہ طاقت ور ہے، اس لیے علم کو اپنے وطن میں ترقی دیں۔ مرسلہ : فہد فدا حسین، فوجی کالونی

شہید حکیم محمد سعید

آزادی کو عقل کے ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے۔

مرسلہ : محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی

سقراط

وقت ضائع کرتے وقت اس بات کو ذہن میں رکھو کہ وہ بھی تمھیں ضائع کر رہا ہے۔

مرسلہ : کرن فدا حسین، فوجی کالونی

ارسطو

جو شخص تعلیم حاصل کرنے کی مشکلات برداشت نہیں کرتا، اسے جہالت کی تلخیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ مرسلہ : قمر ناز دہلوی، کراچی

اقلیدس

دانا وہ ہے، جو کم بولے اور زیادہ سنے۔

مرسلہ : اعتزاز عباسی، ناظم آباد

برنارڈ شا

کام یابی بے شمار غلطیوں میں گھری ہوئی ہوتی ہے۔ مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، کراچی

والٹیر

نیکی کرنا میری عبادت ہے اور خدا کے سامنے جھک جانا میرا مذہب ہے۔ مرسلہ : ایم اختر اعوان، کراچی

چند نصیحتیں

علامہ اقبال کی ایک نایاب نظم

کاٹ لینا ہر کٹھن منزل کا ، کچھ مشکل نہیں — اک ذرا انسان میں چلنے کی ہمت چاہیے
مل نہیں سکتی نکموں کو زمانے میں مراد — کام یابی کی جو خواہش ہو تو محنت چاہیے
خاک محنت ہو سکے گی، ہو نہ جب ہاتھوں میں زور — تن درستی کے لیے ورزش کی عادت چاہیے
خوش مزاجی سا زمانے میں کوئی جادو نہیں — ہر کوئی تحسیں کہے ، ایسی طبیعت چاہیے
ہنس کے ملنا ، رام کر لیتا ہے ہر انسان کو — سب سے میٹھا بولنے کی تم کو عادت چاہیے
ایک ہی اللہ کے بندے ہیں سب چھوٹے بڑے — اپنے ہم جنسوں سے دنیا میں محبت چاہیے
ہے بُرائی سی بُرائی ، کام کل پر چھوڑنا — آج سب کچھ کر کے اٹھو، گر فراغت چاہیے
جو بُروں کے پاس بیٹھے گا، بُرا ہو جائے گا — نیک ہونے کے لیے نیکوں کی صحبت چاہیے
ساتھ والے دیکھنا ، تم سے نہ بڑھ جائیں کہیں — جوش ایسا چاہیے ، ایسی حمیت چاہیے
حکمراں ہو ، کوئی ہو ، اپنا ہو یا بیگانہ ہو — دی خدا نے جس کو عزت، اس کی عزت چاہیے
دیکھ کر چلنا ، کچل جائے نہ چیونٹی راہ میں — آدمی کو بے زبانوں سے بھی الفت چاہیے
ہے اسی میں بھید عزت کا ، اگر سمجھے کوئی — چھوٹے بچوں کو بزرگوں کی اطاعت چاہیے
علم کہتے ہیں جسے، سب سے بڑی دولت ہے یہ — ڈھونڈ لو اس کو ، اگر دنیا میں عزت چاہیے
سب بُرا کہتے ہیں لڑنے کو، بُری عادت ہے یہ — ساتھ کے لڑکے جو ہوں، ان سے رفاقت چاہیے
ہوں جماعت میں شرارت کرنے والے بھی اگر — دور کی ان سے فقط ، صاحب سلامت چاہیے
دیکھنا آپس میں پھر نفرت نہ ہو جائے کہیں — اس قدر حد سے زیادہ بھی نہ مِلت چاہیے
باپ ، دادوں کی بڑائی پر نہ اِترانا کبھی — سب بڑائی اپنی محنت کی بدولت چاہیے
چاہتے ہو گر کہ سب چھوٹے بڑے عزت کریں — شرم آنکھوں میں ، نگاہوں میں مروت چاہیے
بات اونچی ذات میں بھی کوئی اِترانے کی ہے؟ — آدمی کو اپنے کاموں کی شرافت چاہیے

گر کتابیں ہو گئیں میلی تو کیا پڑھنے کا لطف
کام کی چیزیں ہیں جو، ان کی حفاظت چاہیے

امام غزالیؒ

مسعود احمد برکاتی

آج سے کوئی ساڑھے نوسو سال پہلے کی بات ہے، ایک طالب علم تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن واپس لوٹ رہا تھا کہ راستے میں ڈاکوؤں نے آ گھیرا۔ تمام مال واسباب پر قبضہ جمایا۔ اور تو خیر جو کچھ تھا سو تھا، لیکن طالب علم کو سب سے زیادہ فکر اپنے نوٹس (NOTES) کی تھی، جو اس نے اُستاد کے لیکچرز کو پوری توجہ سے سُن کر لکھے تھے اور جن کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ وہ طالب علم ڈاکوؤں کے سردار کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ مجھے کسی اور سامان کی فکر نہیں ہے، صرف میرے نوٹس واپس کر دو، کیوں کہ وہ نوٹس میری زندگی، سفر اور جدوجہد کا حاصل ہیں۔ سردار یہ سُن کر ہنسا اور طالب علم سے کہا: ''تم نے خاک سیکھا ہے، جب کہ تمھاری حالت یہ ہے کہ کاغذ نہ رہا تو تم کورے رہ گئے۔'' یہ کہہ کر اس نے نوٹس واپس کر دیے۔

طالب علم پر اس جملے کا بے حد اثر ہوا۔ اس نے وہ نوٹس حفظ کرنا شروع کر دیے۔ تین سال کی محنت کے بعد وہ ان کا حافظ ہو گیا اور ان میں جو علم و معلومات تھیں، ان پر مکمل عبور حاصل کر لیا۔

کیا آپ سمجھ گئے کہ یہ طالب علم کون تھا؟ یہ مشہور مسلمان مفکر، حجتہ الاسلام ''ابو حامد محمد غزالیؒ'' تھے۔ امام غزالیؒ خراسان کے ضلع طوس میں ۴۵۰ ہجری (مطابق ۱۰۵۸ عیسوی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پڑھے لکھے نہیں تھے۔ وہ سُوت بیچا کرتے تھے۔ امام غزالیؒ کم عمری میں ہی یتیم ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے

بعد ''جُرجان'' پہنچ کر امام ابو نصر اسماعیلی سے پڑھنا شروع کیا۔ یہاں سے وطن واپسی پر ڈاکوؤں کا وہ واقعہ پیش آیا، جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔

امام غزالی کے زمانے میں اسلامی ملکوں مں علوم وفنون کے دریا بہ رہے تھے۔ خاص طور پر دو شہر علم و حکمت کے مرکز تھے۔ ایک نیشا پور اور دوسرے بغداد۔ امام صاحب نے چند نوجوانوں کے ساتھ نیشا پور کا رُخ کیا اور امام الحرمین کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے، جو مدرسۂ نظامیہ کے صدر مدرس تھے۔ امام غزالی نے یہاں اتنی محنت سے دینی علوم کے علاوہ منطق اور فلسفے پر عبور حاصل کیا کہ خود ان کے استاد امام الحرمین کہا کرتے تھے کہ میرے شاگردوں میں غزالی دریابے زخار (بھرا ہوا دریا) ہے، لیکن جب تک استاد زندہ رہے، امام غزالی ان کی صحبت سے الگ نہیں ہوئے۔ ۴۷۸ ہجری میں جب استاد کا انتقال ہو گیا تو امام صاحب نے نظام الملک کے دربار کا رُخ کیا۔ نظام الملک، امام صاحب کا ہم وطن اور ملک شاہ سلجوق کا وزیر تھا۔ وہ خود بھی علم والا اور عالموں کا قدردان تھا۔ وہ امام صاحب کے علم و فضل سے بہت متاثر ہوا اور ان کو مدرسۂ نظامیہ بغداد کا صدر مدرس بنا دیا۔ اُس وقت امام صاحب کی عمر ۳۴ سال تھی۔ اتنی کم عمری میں یہ عزت اور مرتبہ کسی اور عالم کو نصیب نہیں ہوا۔

کچھ عرصے بعد امام غزالی کا ذہنی اطمینان ختم ہونا شروع ہوا اور مختلف خیالات میں سے حق کی تلاش کا جذبہ پیدا ہوا، چناں چہ آپ نے ان کا مطالعہ اور ان پر غور شروع کیا اور آخر میں تصوف پر آ کر رُکے۔ تصوف محض علمی چیز نہیں ہے، عملی فن ہے، اس لیے ضروری تھا کہ عمل و عبادت پر زیادہ توجہ صرف کی جائے، چناں چہ وہ اپنے عہدے اور عزت و مرتبت کو ترک کر کے بغداد سے نکل کھڑے ہوئے اور تمام تعلقات کو چھوڑ دیا۔

دوسرے عالموں اور بعض رئیسوں نے بھی روکنا چاہا، لیکن آپ نہ مانے اور شام کی راہ لی۔ دمشق پہنچ کر مجاہدے اور ریاضت میں مشغول ہوئے۔ دو برس بعد دمشق سے بیت المقدس کا رُخ کیا۔ پھر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا رُخ کیا۔ مکے میں عرصے تک قیام رہا۔ اسی سفر میں مصر اور اسکندریہ بھی پہنچے۔ غرض دس گیارہ سال تک ان کی بے چین روح نے ان کو سفر میں رکھا۔ یہ دراصل ان کا ذہنی سفر بھی تھا، جس کا مقصد تلاشِ حق تھا۔ وہ شہروں اور ویرانوں میں گھومے اور غور وفکر میں غرق رہے۔ آخر اس نتیجے پر پہنچے کہ حکما گمراہی میں مبتلا ہیں۔ ان کی تردید کا ارادہ کیا۔ پہلے ایک کتاب ''مقاصد الفلاسفہ'' لکھی، پھر ''تہافت الفلاسفہ'' لکھی۔ پہلی کتاب فلسفیانہ نظریات کی تشریح میں ہے، دوسری کتاب میں ان پر تنقید ہے۔

امام غزالی نے بڑی عمر نہیں پائی، لیکن ۵۴۔۵۵ سال میں انھوں نے بہت سی کتابیں لکھیں، جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ بعض لوگوں نے حساب لگایا ہے کہ اگر اوسط نکالا جائے تو روزانہ ۱۶ صفحات ہوتے ہیں۔ امام صاحب نے جن علوم میں کتابیں تصنیف کیں، ان میں فقہ، کلام، اخلاق اور تصوف شامل ہیں۔ ان کی سب سے مقبول کتاب ''احیاء العلوم'' ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے دل پر عجب اثر ہوتا ہے۔ اس میں امام صاحب نے وعظ اور حکمت دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ یہ کتاب عام فہم ہونے کے باوجود فلسفہ وحکمت کے معیار سے گرنے نہیں پائی ہے۔ امام غزالی کی لکھی ہوئی کتابوں کا ایک مدت تک یورپ میں بھی چرچا رہا اور بہت سے مشہور مصنفین نے امام صاحب کی کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ ۵۰۵ ہجری (بمطابق ۱۱۱۱ عیسوی) میں اس عظیم مفکر، مصلح اور مجدد نے انتقال فرمایا۔

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

کوہِ طور

کوہِ طور ایک پہاڑ کا نام ہے، جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لیے جایا کرتے تھے۔ کوہِ طور کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ ''طور'' دراصل ایک پہاڑی سلسلے کا نام ہے جو خلیج سویز اور خلیج عقبہ کے درمیان ایک تکون سی بناتا ہے۔ یہ پہاڑ ''جبلِ موسیٰ'' بھی کہلاتا ہے۔

کوہِ طور نام کا ایک ہیرا بھی ہے، جو مشہور کوہِ نور ہیرے کا ٹکڑا ہے۔ مغل بادشاہ شاہجہاں کے دور میں جب ناتراشیدہ ہیرے کے تین ٹکڑے کیے گئے۔ ایک کا نام کوہِ نور، دوسرے کا نام کوہِ طور رکھا گیا، لیکن تیسرے ٹکڑے کا نام اب تک معلوم نہیں ہوسکا۔

اُردوئے مُعلیٰ

مغل بادشاہ شاہجہاں نے نئی دہلی میں شاہی قلعے کو قلعۂ مُعلیٰ کا نام دیا تھا۔ اس قلعے میں عربی اور ہندی وغیرہ سے ملتی جلتی زبان کو اُردوئے مُعلیٰ کا نام دیا گیا۔ اس زبان کا رواج شاہی لشکر میں ہوا تھا۔ اس بنا پر اپنے خاص محاوروں اور اصطلاحات کے ساتھ قلعۂ مُعلیٰ میں بولی جانے والی زبان کو اُردوئے مُعلیٰ کہا جانے لگا۔

مرزا اسد اللہ خاں غالب کے خطوط کے مجموعے کا نام بھی اُردوئے مُعلیٰ ہے۔ یہ خطوط اپنی خوب صورت نثر کی وجہ سے اردو ادب میں شاہکار کا درجہ رکھتے ہیں۔

اُردوئے مُعلیٰ کے نام سے تحریکِ پاکستان کے سرگرم رہ نما مولانا حسرت موہانی نے ایک ماہ نامہ بھی جاری کیا تھا۔

دو غدار

برصغیر کی تاریخ میں دو غداروں کا تذکرہ بہت مشہور ہے۔ ان میں ایک تو میر جعفر تھا، جس نے ۱۷۵۷ء کی پلاسی کی جنگ میں بنگال کے نواب سراج الدولہ سے غداری کر کے نہ صرف اسے شکست دلوائی، بلکہ بے دردی سے شہید بھی کروا دیا۔

میر جعفر سراج الدولہ کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ وہ عین جنگ کے دوران فوج کا بڑا حصہ علاحدہ کر کے انگریزی فوج کے جا ملا۔ بعد میں وقتی طور پر وہ نواب بنا، مگر جلد ہی اسے معزول کر دیا گیا۔

دوسرا اکروہ کردار میر صادق کا ہے، جس نے ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو سرنگا پٹم کے میدان میں میسور کے سلطان ٹیپو کے ساتھ غداری کر کے اسے شہید کرا دیا۔ انگریزوں نے دوسرے دن ہی میسور جیسی خوش حال ریاست کو تہس نہس کر دیا۔ میر صادق کو جنگ کے دوران ہی سلطان کے ایک وفادار سپاہی نے موت کی نیند سلا دیا۔

علامہ اقبال نے ان دو غداروں کا تذکرہ اپنے اس شعر میں کیا ہے:

جعفر اَز بنگال ، صادق اَز دَکن
ننگِ ملّت ، ننگِ دیں ، ننگِ وطن

آبِ گُم

چمن ریلوے لائن پر مچھ سے تیرہ کلو میٹر کے فاصلے پر ایک ریلوے اسٹیشن کا نام آبِ گُم ہے۔ کبھی اس مقام کے نزدیک دریائے بولان بہتا تھا، جواب خشک ہو چکا ہے۔

پانی یہاں آ کر غائب ہو جاتا ہے، اس لیے اسے ''آبِ گُم'' کہا جاتا ہے۔

''آبِ گُم'' اردو کے ایک ممتاز مزاح نگار ادیب مشتاق احمد یوسفی کی کتاب کا نام بھی ہے۔ مشتاق احمد یوسفی کی کتابیں مزاح کی لطیف چاشنی لیے ہوئے ہوتی ہیں۔ برسوں پہلے ان کے بارے میں کہا گیا تھا کہ ہم اردو ادب کے عہدِ یوسفی میں جی رہے ہیں۔ ان کی دیگر کتب کے نام چراغ تلے، خاکم بدہن، زرگزشت اور شامِ شعرِ یاراں ہیں۔

دو بادشاہ

مصر کے آخری بادشاہ شاہ فاروق تھے۔ وہ ۱۹۲۰ء میں شاہِ مصر، فواد اول کے ہاں پیدا ہوئے۔ وہ ۱۹۳۶ء میں بادشاہ بنے۔ ۱۹۵۲ء میں جنرل نجیب نے ان کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا۔ انھوں نے باقی زندگی بے بسی میں گزاری۔ ان کا انتقال ۱۹۶۵ء میں ہوا۔

ایران کے آخری بادشاہ محمد رضا شاہ پہلوی تھے۔ وہ ۱۹۴۱ء میں بادشاہ بنے تھے اور انقلابِ ایران ۱۹۷۹ء تک رہے۔ ایران میں آیت اللہ خمینی کے انقلاب کی کام یابی کے بعد انھیں ایران چھوڑنا پڑا۔

عُسرت۔عِشرت

عُسرت (ع پر پیش) عربی کا لفظ ہے، جس کے معنی تنگی، غریبی، مصیبت، دشواری یا مشکل کے ہیں۔ اس سے ملتا جلتا لفظ عِشرت (ع کے نیچے زیر) بھی عربی کا لفظ ہے، جس کے معنی خوش دلی، خوشی، بہار اور فرحت کے ہیں۔

☆☆☆

شاعرِ مشرق

ضیاء الحسن ضیا

بچو! ہمارا قومی شاعر پیارا ہے اقبال
اپنی ملت کی آنکھوں کا تارا ہے اقبال

اس کی ذہانت ہی کی بدولت پایا پاکستان
درسِ خودی کا ہم کو دیا یہ اس کا ہے احسان

بھٹک رہے تھے تاریکی میں، گُم تھے سوچ میں سب
اس نے دکھایا تازہ رستہ، منزل پائی تب

مومن کی کیا شان ہوتی ہے اس نے بتایا ہے
حق کا جذبہ اس نے ہمارے دل میں جگایا ہے

علامہ اقبال کو اپنے دین سے اُلفت تھی
رشک کے لائق ساری سادہ زندگی ہے اس کی

دیس سے نفرت ساری مٹادو، چاہت عام کرو
شاعرِ مشرق کا پیغام یہ بچو! سب کو دو

آ بیل مجھے مار

خلیل جبار

صائمہ چھٹیاں گزارنے کے لیے اپنے ماموں کے گھر آئی ہوئی تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اس کے ماموں سب گھر والوں کے ساتھ شادی میں شرکت کرنے گئے ہوئے تھے۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ صبح ہی سے اسے ہلکا سا بخار تھا، اس لیے وہ دوا کھا کر اس وقت آرام کر رہی تھی۔ چند منٹ پہلے صائمہ کے پاس اس کی کزن راحیلہ بھی موجود تھی۔ راحیلہ کو اپنی کسی سہیلی سے کچھ ضروری کام تھا، اس لیے وہ ایک گھنٹے بعد آنے کا کہہ کر چلی گئی تھی۔

راحیلہ نے جانے سے پہلے اسے سختی سے تاکید کی: ''صائمہ! تم ذرا محتاط رہنا ان فلیٹوں میں دن دہاڑے ڈکیت گھس آتے ہیں۔''

''میں دروازے کو اچھی طرح لاک کرلوں گی۔'' صائمہ نے کہا۔

''جب تک دروازے پر دستک کرنے والا اپنی شناخت نہ کرادے، ہرگز دروازہ نہیں کھولنا۔'' راحیلہ نے کہا۔

''راحیلہ! تم ماموں کے آنے کے بعد چلی جانا، مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ سنا ہے یہاں کے ڈاکو، ڈکیت بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں۔'' صائمہ نے کہا۔

''ارے صائمہ! تم تو ایسے خوف زدہ ہو رہی ہو جیسے میرے جاتے ہی ڈاکو فلیٹ میں گھس آئیں گے۔ میں نے احتیاط کے طور پر تمھیں سمجھایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو تم یہ احتیاط کرنا۔ امی ابو اور دیگر لوگ ابھی کچھ دیر میں پہنچنے ہی والے ہوں گے۔ فرض کرو اگر میرے ہوتے ہوئے بھی ڈاکو آ گئے تو ہم دونوں کیا کرلیں گے۔'' راحیلہ نے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو مجھے اس طرح خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔'' صائمہ نے اپنے

اندر حوصلہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

راحیلہ کے چلے جانے پر صائمہ بظاہر مطمئن تھی، مگر وہ چوکنا بھی تھی۔ اس کی چھٹی حِس بتا رہی تھی کہ کچھ ہونے والا ہے۔ صائمہ نے کمرے کو بھی اندر سے لاک کیا ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد اچانک اسے دوسرے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اس نے اسے اپنا وہم سمجھا۔ ایک بار پھر دروازہ چرچرایا اور بند ہو گیا۔ فلیٹ میں واقعی کوئی گھس آیا تھا۔ وہ ہوشیار ہو گئی۔ غور سے سنا تو چور کے چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

''اُف میرے خدا! اب مَیں کیا کروں۔ جب یہ فلیٹ کا دروازہ کھول کر گھر کے اندر داخل ہو سکتا ہے تو میرے کمرے کے دروازے کا تالا بھی کھول سکتا ہے۔'' صائمہ نے خود کلامی کی۔

اس نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ بے اختیار اس کی نظر لوہے کی الماری پر پڑی۔ اس نے الماری دروازے کے آگے دھکیلنا چاہی، تاکہ چور اگر دروازے کا لاک کھولنے میں کامیاب بھی ہو جائے تب بھی وہ کمرے کے اندر داخل نہ ہو سکے، مگر وہ الماری اتنی بھاری تھی کہ اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہلی۔ یہ دیکھ کر صائمہ کا حوصلہ دم توڑنے لگا۔ اس کے دل میں خوف کی ایک زبردست لہر دوڑ گئی۔ وہ تھر تھر کانپنے لگی۔

صائمہ کو اس وقت راحیلہ پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ وہ یہاں ہوتی تو اس نازک صورتِ حال سے نمٹنے کا کوئی حل نکال ہی لیتے۔ کچھ نہیں تو دونوں مل کر اس بھاری بھر کم الماری کو پکڑ کر گھسیٹ لیتے اور دروازے کے آگے لے آتے۔

وہ ڈرتے ڈرتے دروازے کی طرف بڑھی اور ''کی ہول'' سے جھانک کر دیکھا۔ برابر والے کمرے میں ایک آدمی کھڑا تھا۔ اس نے خود کو ایک چادر میں لپیٹ رکھا

تھا۔ شاید وہ اندازہ کرنا چاہ رہا تھا کہ کس کمرے میں رقم ہو سکتی ہے۔ اب اس کا رخ صائمہ کے کمرے کی طرف ہو گیا اور وہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھنے لگا۔

صائمہ نے شور مچانا چاہا، لیکن اس کی آواز حلق میں ہی دب کر رہ گئی۔ اس کی زندگی میں پہلے کبھی ایسی خوف ناک صورتِ حال پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس نے سوچا کہ موبائل فون پر پولیس کو اطلاع کر دینی چاہیے۔ وہ میز کی طرف بڑھی۔ فون میز پر نہیں تھا۔ اسے یاد آیا وہ جلدی میں اپنا موبائل باورچی خانے میں ہی بھول آئی تھی۔

اچانک اس کی نظر لوہے کی ایک سلاخ پر پڑی۔ اس نے فوراً سلاخ اپنے ہاتھوں میں پکڑی اور دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔

دروازے کے لاک میں چابی گھومنے کی آواز آئی اور جیسے ہی دروازہ کھلا ڈاکو اندر داخل ہوگیا۔ صائمہ نے ڈاکو کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا اور اس کے سر پر زور سے لوہے کی راڈ دے ماری۔ ڈاکو کی بے ساختہ چیخ نکل گئی اور وہ سر پکڑ کر زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ ڈاکو کی آواز مردانہ نہیں، زنانہ تھی۔ اس بات نے صائمہ کو ڈاکو پر مزید وار کرنے سے روک دیا تھا۔

اس نے بے ہوش پڑے ڈاکو کے چہرے پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ کپڑا ہٹتے ہی صائمہ حیران رہ گئی۔ وہ ڈاکو نہیں راحیلہ تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ دروازہ کھلا اور ماموں ممانی سمیت گھر کے دیگر افراد اندر داخل ہوئے۔ وہ بھی یہ منظر دیکھ کر حیرت زدہ سے رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ صائمہ کے ہاتھ میں لوہے کی راڈ جب کہ راحیلہ زمین پر بے ہوش پڑی تھی۔

سب سے پہلے راحیلہ کو ہوش میں لایا گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد حواس بحال ہوئے تو راحیلہ نے شرمندگی کے ساتھ بتایا: ''میں سب کچھ سچ سچ بتا دیتی ہوں۔''

''ہاں بتاؤ کیا ہوا تھا؟'' ممانی نے پوچھا۔

''میں نے سوچا کہ آج صائمہ کے ساتھ شرارت کر کے اسے بے وقوف بنایا جائے۔ یہی سوچ کر میں نے اپنی سہیلی کے گھر جانے کا بہانہ کیا۔ میں نے صائمہ سے کہا کہ تم یہیں آرام سے لیٹی رہو۔ باہر کا دروازہ خود لاک ہو جائے گا۔ میں باہر جانے کے بجائے دوسرے کمرے میں چھپ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد کالی چادر لپیٹ کر ابو کے جوتے پہن کر صائمہ کے برابر والے کمرے کا دروازہ زور سے کھولا، تاکہ آواز صائمہ تک پہنچ جائے۔ میں صائمہ کو بے وقوف بنانا چاہتی تھی، مگر مجھ سے ایک غلطی ہوگئی کہ کمرے میں موجود لوہے کی سلاخ کو چھپا کر رکھنا بھول گئی۔ جس کی سزا یہ ملی ہے۔''

''راحیلہ بیٹی! تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ سر پر لگی چوٹ معمولی نہیں ہوتی۔ خوف کے مارے صائمہ کے ہاتھ سے سلاخ زیادہ زور سے نہیں لگی، ورنہ تمھارا سر پھٹ بھی سکتا تھا۔ تم نے محض صائمہ کو ڈرانے کی غرض سے خود اپنی موت کا سامان پیدا کر لیا تھا۔ اسی کو کہتے ہیں کہ آ بیل مجھے مار۔'' راحیلہ کے ابو نے کہا۔

''ماموں آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ خوف کے سبب میں زیادہ زور سے راڈ سر پر نہیں مار سکی، ورنہ راحیلہ شدید زخمی ہو سکتی تھی، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ خوف کے مارے میرا بخار بھی جاتا رہا۔'' صائمہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی بات پر سب لوگ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

☆

نقلی ابا جی

جاوید بسام

منگل کا دن تھا۔ میاں بلاقی، ریلوے اسٹیشن کے قریب بگھی سے ایک آدمی کی بھیڑیں اُتار رہا تھا کہ دونوں میں تکرار ہوگئی۔ آدمی کا کہنا تھا کہ بلاقی زیادہ پیسے مانگ رہا ہے، جب کہ بلاقی کہہ رہا تھا کہ وہ مناسب پیسے لے رہا ہے، یہاں تک کے اتنے ہی بنتے ہیں۔ آدمی نہیں مان رہا تھا۔ جب اس نے بلاقی کو بے ایمان کہا تو بلاقی کو غصہ آ گیا، وہ بولا: ''بے ایمانی تو تمھارے دل میں ہے، سفر شروع کرنے سے پہلے میں نے تم سے پیسے طے کر لیے تھے۔ اگر تمھیں زیادہ لگے تھے تو تم کسی اور کوچوان سے پوچھ لیتے۔''

آدمی پیسے دے کر بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔
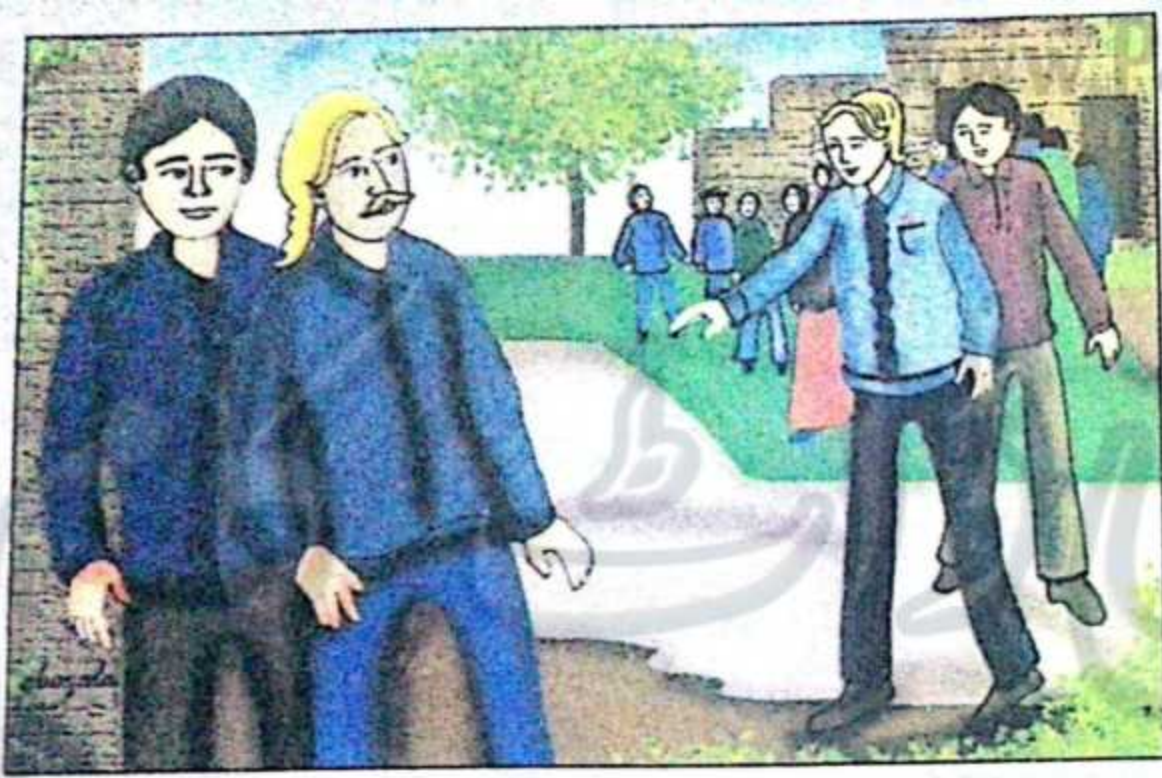
اسی دوران وہاں بلاقی کا ایک پڑوسی نوجوان راجر آ گیا۔ وہ نئے کپڑے پہنا ہوا تھا اور اس کے کندھے پر ایک بیگ لٹکا ہوا تھا۔ وہ بولا: ''میاں بلاقی! کیا ہوا، تم غصے میں نظر آ رہے ہو؟''

''کچھ نہیں میاں!'' بلاقی نے جواب دیا۔

راجر نے بیگ بگھی میں رکھا اور کہا: ''قریبی گاؤں میں میرے دوست پال کی شادی ہے۔ ہم وہاں چل رہے ہیں۔''

''ہم، سے تمھاری کیا مراد ہے؟'' بلاقی نے حیرت سے پوچھا۔

''میں اور تم!''

''تمھارے دوست کی شادی میں میرا کیا کام؟''

راجر مسکرا کر بولا: ''تم نے وہ مشہور مقولہ تو سنا ہوگا کہ دوست کا دوست، آپ کا بھی دوست ہوتا ہے۔''

''نہیں میں نے کبھی نہیں سنا، یہ کس کا قول ہے؟''

راجر نے قہقہہ لگایا اور کہا: ''یہ میرا اپنا قول ہے اور ابھی کچھ دیر پہلے ہی تم نے اسے سنا ہے۔''

بلاقی چڑ کر بولا: ''معاف کرنا، مجھے بہت کام ہیں، تم کسی اور کے ساتھ گاؤں چلے جاؤ، مجھے بن بلائے کہیں جانا پسند بھی نہیں ہے۔''

راجر نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا: ''بلاقی! میرے دوست نے تمھیں بھی دعوت دی ہے اور مجھے لگ رہا ہے کہ تم مسلسل کام کر کے تھک گئے ہو، تمھیں سکون اور تفریح کی ضرورت ہے۔ میرا دوست ایک پہاڑی گاؤں میں رہتا ہے، جس کے قریب صنوبر کے جنگل میں ایک خوب صورت آبشار ہے، جس کا پانی بہت شفاف ہے اور وہاں بے شمار پرندے بھی رہتے ہیں، تمھیں وہ جگہ ضرور پسند آئے گی۔''

راجر، بلاقی کو غور سے دیکھ رہا تھا، کیوں کہ بلاقی کو قدرتی مناظر سے بہت دل چسپی تھی۔ اسے یقین تھا کہ بلاقی راضی ہو جائے گا۔

''لیکن اس طرح جانا اچھا نہیں لگتا۔'' بلاقی نے آہستہ سے کہا۔

راجر خوشی سے مسکرایا اور بیگ میں سے ایک کارڈ نکال کر اسے دکھایا۔ اس پر بلاقی کا نام لکھا تھا۔ راجر نے کہا: ''بس اب جلدی کرو، تمھیں گھر سے کپڑے بھی لینے ہوں گے۔''

بلاقی کو کوئی کام نہیں تھا۔ اس نے سوچا چلو کچھ تفریح ہو جائے گی۔ سارے راستے

راجر خوشی سے گنگناتا رہا۔ شام کے وقت وہ وہاں پہنچے۔ گاؤں کے باہر کچھ لوگ استقبال کے لیے موجود تھے، جونہی بلاتی بگھی سے نیچے اُترا۔

ایک خوش پوش نوجوان تیزی سے آگے بڑھ کر بولا: ''ابا جی! آپ آ گئے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ بلاتی کے گلے لگ گیا۔

بلاتی نے پیچھے ہٹ کر غور سے اسے دیکھا۔ راجر نے سرگوشی کی: ''یہ میرا دوست پال ہے۔ ہم اسی کی شادی میں آئے ہیں۔''

بلاتی نے بولنے کے لیے منھ کھولا ہی تھا کہ دوسرے لوگ اس سے ملنے لگے، پھر وہ ہنستے بولتے گاؤں کی طرف چل دیے۔ پال کا گھر سجا ہوا تھا۔ کچھ دیر بیٹھ کر وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے پھر جونہی فرصت ملی۔ بلاتی نے راجر کو جا پکڑا اور پوچھا: ''بیٹے! تمھارا یہ دوست مجھے ابا جی کیوں کہہ رہا ہے؟''

راجر نے ادب سے جواب دیا: ''بات یہ ہے پال کے ماں باپ بچپن میں فوت ہوگئے تھے۔ چچا نے اسے پالا، لیکن اب ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ پال کے ہونے والے سسر یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے والد شہر میں رہتے ہیں۔ وہ ان سے ملنا چاہتے ہیں اور پال نے وعدہ کرلیا ہے کہ ابا جی شادی سے ایک دن پہلے آ جائیں گے۔ اب اگر تم دو دن کے لیے یہ کردار ادا کرلو تو سب کام بہت خوبی سے انجام پا جائیں۔''

پال بھی سر جھکائے وہاں آ بیٹھا تھا۔

بلاتی نے برہمی سے کہا: ''ہرگز نہیں، تمھیں پتا ہے کہ مجھے جھوٹ سے نفرت ہے اور میں کسی کو دھوکا بھی نہیں دیتا۔''

راجر اور پال منت سماجت کرنے لگے۔ راجر بلاتی کو راضی کرنے کے لیے دلیلیں دے رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ایسا کام درست ہے جس سے کوئی اچھی بات بن رہی ہو اور کسی کی مدد بھی ہو رہی ہو۔ وہ دونوں دیر تک بلاتی کو راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آخر تنگ آ کر بلاتی اس بات پر رضا مند ہوا کہ پال شادی کے بعد اپنے سُسر کو اصل بات بتا دے گا۔

دونوں خوشی سے جھوم اُٹھے۔ پال تو بلاتی کے آگے پیچھے بچھا جا رہا تھا۔ رات بلاتی نے اس کے گھر پر ہی گزاری۔ دوسرے دن شام کو برات جانی تھی۔

صبح ناشتے کے وقت پال کا ایک دوست گھبرایا ہوا آیا اور بتایا کہ ''بارکا'' بہت غصے میں ہے۔ وہ لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ یہ شادی نہیں ہونے دے گا۔ سب ہنس بول رہے تھے، لیکن یہ سنا تو سب کو سانپ سونگھ گیا۔ بلاتی نے راجر سے پوچھا: ''یہ بارکا، کون ہے؟''

راجر دھیرے سے بولا: ''وہ اس علاقے کا بدتمیز اور جھگڑالو آدمی ہے اور بہت خطرناک بھی ہے۔ وہ پال کی منگیتر سے شادی کرنا چاہتا ہے۔''

سب آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ پال بہت پریشان تھا۔ راجر نے بلاتی کے کان میں سرگوشی کی: ''میاں بلاتی! اس مصیبت میں تم ہی کوئی حل نکال سکتے ہو۔''

''میں...... میں کیا کرسکتا ہوں۔ ایسے لوگوں سے میں دور ہی رہتا ہوں، یہ بارکا کام کیا کرتا ہے؟''

''لکڑی کا کام ہے۔ ہم ناشتے کے بعد جنگل کی سیر کو چل رہے ہیں۔ میں تمھیں

دور سے اس کا چہرہ دکھادوں گا۔'' بلاتی گردن ہلانے لگا۔

کچھ دیر بعد وہ سیر کے لیے روانہ ہوگئے۔ راستے میں ایک جگہ لکڑی کی بنی ایک ورکشاپ نظر آئی۔ وہاں سے لکڑی پر کچھ ٹھوکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ راجر نے ہونٹوں پر انگلی رکھی اور بلاتی کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا۔ کھلے دروازے سے دونوں نے چپکے سے اندر جھانکا۔ اندر ایک لمبا چوڑا آدمی جس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں، کچھ کام کر رہا تھا۔ وہ بہت غصے میں نظر آرہا تھا۔ وہ کیل لکڑی پر رکھتا اور ایک دو چوٹوں میں ہی کیل غائب ہوجاتی۔ دونوں خاموشی سے پیچھے ہٹ گئے۔ بلاتی گھبرا کر بولا: ''تم مجھے اس سے لڑانا چاہتے ہو، یہ تو بہت طاقت ور آدمی ہے۔ اس کے ہاتھ اتنے مضبوط ہیں کہ مجھے لگتا ہے کہ چھوٹی موٹی کیلیں تو ہتھوڑی کے بغیر ہی ٹھونک لیتا ہوگا۔''

راجر نے پریشان ہو کر کہا: ''سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ اس سے تو یہاں کا تھانے دار بھی ڈرتا ہے۔'' بلاتی کندھے اچکا کر چل دیا۔

جلد ہی وہ صنوبر کے جنگل میں پہنچ گئے۔ جنگل پرندوں کی چہچہاہٹ سے گونج رہا تھا۔ جھرنے کا پانی بہت چمک دار اور میٹھا تھا۔ وہ دونوں دیر تک اس میں نہاتے رہے۔ پھر واپس لوٹ گئے۔ بلاتی کو وہ جگہ بہت پسند آئی تھی۔ گھر پہنچ کر دونوں آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ راجر تھوڑی دیر میں ہی خراٹے لینے لگا تھا۔

شام کو برات روانہ ہوئی۔ سب ڈرے ہوئے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ بارکا ضرور کوئی گڑبڑ کرے گا، لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔ تمام رسمیں ادا کی گئیں۔ بلاتی نے دونوں کو سلامی بھی دی۔ آخر سب ہنسی خوشی دلہن کو لے کر واپس آگئے۔

اگلے دن صبح راجر اور بلاتی کو وہاں سے روانہ ہونا تھا۔ پال اور اس کی بیوی نے میاں بلاتی کا شکریہ ادا کیا۔ بلاتی نے انھیں اپنے قصبے آنے اور وہاں ٹھہرنے کی دعوت دی، پھر وہ وہاں سے روانہ ہوگئے۔ راجر گہری سانس لے کر بولا: ''شکر ہے سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہوگیا، لیکن مجھے حیرت ہے کہ بارکا نے کچھ بھی نہیں کیا۔''

بلاتی خاموش رہا۔ جب بگھی گاؤں سے باہر نکل رہی تھی تو بلاتی نے کہا: ''کیوں نہ تمھارے دوست کو دیکھتے چلیں، حضرت کیا کر رہے ہیں؟''

''کون سا دوست؟'' راجر نے حیرت سے پوچھا۔

''بارکا...... وہ سامنے شاید اس کی ورکشاپ ہے؟''

''ہاں۔'' راجر نے گردن ہلائی۔

وہ قریب جا کر بگھی سے اترے اور دبے پاؤں اس کی طرف بڑھ گئے۔ ورکشاپ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سے زوردار خراٹے لینے کی آوازیں آرہی تھیں۔ انھوں نے اندر جھانکا۔ بارکا، میز پر اس طرح لیٹا تھا کہ اس کی لمبی ٹانگیں آدھی نیچے لٹک رہی تھیں۔ وہ گہری نیند میں تھا اور خوف ناک خراٹے لے رہا تھا۔ راجر نے حیرت سے سرگوشی کی: ''میں نے تو سنا تھا کہ یہ صبح سویرے جاگ کر اپنا کام شروع کر دیتا ہے، لیکن آج تو دن چڑھے تک سو رہا ہے۔''

بلاتی نے کہا: ''اندر چل کر دیکھتے ہیں میرا خیال ہے ہمیں اس سے کوئی خطرہ نہیں۔'' دونوں اندر داخل ہوئے۔

راجر نے کہا: ''اسے کیا ہوگیا ہے؟''

بلاقی نے اس کی توجہ ایک مٹھائی کے ڈبے کی طرف دلائی اور بولا: ''لگتا ہے اس نے پوری ایک کلو مٹھائی ایک ساتھ کھالی ہے۔''

''لیکن مٹھائی کھانے سے کسی کو اتنی گہری نیند نہیں آتی۔''

''ہاں، لیکن ہوسکتا ہے مٹھائی میں نیند کی دوا ملی ہوئی ہو۔'' بلاقی عام سے لہجے میں بولا۔

راجر حیرت سے اچھل پڑا: ''یعنی کل شام کو کسی نے اسے دوا ملی ہوئی مٹھائی کھلائی تھی، تاکہ یہ کوئی گڑبڑ نہ کرسکے۔'' وہ بلاقی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

''ہوسکتا ہے، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' بلاقی بولا۔

''ایسا کس نے کیا ہوگا؟'' راجر بڑبڑایا۔

بلاقی نے اسے اشارہ کیا اور دونوں دبے پاؤں باہر نکل گئے۔ پھر بگھی میں بیٹھے اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔

راجر سوچ میں ڈوبا تھا۔ بلاقی بھی خاموشی سے بگھی چلا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد راجر نے چٹکی بجائی اور قہقہہ لگا کر بولا: ''میں سمجھ گیا، سب بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔''

''کیسی بات؟'' بلاقی نے پوچھا۔

''میاں بلاقی! مٹھائی تم نے اسے کھلائی تھی۔''

''میں نے؟ ارے بھائی توبہ کرو، میں ایسا کیسے کرسکتا ہوں؟'' بلاقی بولا۔

''میں بتاتا ہوں تم نے یہ کیسے کیا۔ کل جب جنگل کی سیر سے واپس آکر میں سوگیا تو تم باہر نکلے اور بازار میں مٹھائی کی دکان پر گئے اور حلوائی سے بارکا کی پسندیدہ مٹھائی لی،

پھر اس کے پاس پہنچے۔''

''وہ بھلا مجھ سے مٹھائی لے کر کیوں کھانے لگا؟ وہ تو مجھے جانتا بھی نہیں۔''

''تم نے اس کے کسی ہم پیشہ دوست کا حوالہ دے کر مٹھائی پیش کی ہوگی۔ مجھے معلوم ہے اِدھر اُدھر دوسرے قصبوں میں بہت سے بڑھئی ہیں۔''

''تمھارا کیا خیال ہے، وہ اتنا بے وقوف ہے اپنے گاؤں کی مٹھائی نہیں پہچانتا ہوگا؟''

راجر زور سے ہنسا اور بولا: ''مجھے یقین ہے تم نے اسے ڈبا کھول کر پیش کیا ہوگا۔ اپنی پسندیدہ مٹھائی دیکھ کر وہ سب باتیں بھول گیا ہوگا اور جب تک اس نے ڈبا صاف نہ کردیا ہوگا، تم نے اسے باتوں میں لگا کر رکھا ہوگا۔ میں جانتا ہوں بلاقی، تم یہ کرسکتے ہو۔ تمھیں لوگوں کو شیشے میں اتارنا آتا ہے۔''

''توبہ توبہ! تم مجھ غریب پر کیسے کیسے الزام لگا رہے ہو؟'' بلاقی نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

''یہ الزام نہیں حقیقت ہے۔ تم ہی اس مسئلے کو حل کرسکتے تھے اور تم نے کر دکھایا۔ میرے دوست! تم بہت اچھے ہو۔ تم نے فرضی باپ بن کر بھی باپ کا حق ادا کردیا۔ میں بہت خوش ہوں۔'' راجر خوشی سے جھوما اور کھڑا ہو کر ناچنے کی کوشش کرنے لگا۔

بلاقی چیخا: ''بیٹھ جاؤ۔ تمھاری حرکتوں سے گھوڑے بدک رہے ہیں۔''

پھر بلاقی دور اُفق دیکھنے لگا، جہاں درختوں کی ہریالی نظر آرہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی۔ بگھی تیزی سے دوڑ رہی تھی۔

☆☆☆

علامہ اقبال کی والدہ ''بے جی''

نسرین شاہین

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کی والدہ محترمہ امام بی بی اپنے خاندان میں ''بے جی'' کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ ان کا تعلق ایک کشمیری گھرانے سے تھا۔ ۱۸۳۴ء میں سیالکوٹ کے قصبے سمبڑیال میں پیدا ہوئیں۔

امام بی بی ایک نیک دل، سلیقہ شعار اور دین دار خاتون تھیں۔ پڑھنا لکھنا نہیں جانتی تھیں، لیکن نماز روزے کی بڑی پابند تھیں۔ ان کی سمجھ داری، نیک سلوک اور جذبۂ خدمتِ خلق کی وجہ سے پورا محلہ ان کو پسند کرتا تھا۔

اقبال کی والدہ امام بی بی کی دیانت داری کا یہ حال تھا کہ محلے کی اکثر عورتیں ان کے پاس اپنا زیور اور دیگر قیمتی سامان بطورِ امانت رکھتی تھیں۔ محلے یا برادری کے گھرانوں میں کوئی اختلاف ہو جاتا یا کوئی جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوتا تو ''بے جی'' سے فیصلہ کرایا جاتا تھا۔ وہ مسئلے کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرتیں کہ کسی کو بھی شکایت نہیں ہوتی تھی اور فریقین بھی مطمئن ہو جاتے۔

بے جی ہمیشہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کے لیے تیار رہتیں۔ قدرت نے انھیں غریب پروری اور خدمتِ خلق کا غیر معمولی جذبہ عطا کیا تھا۔ وہ غریب اور نادار عورتوں کی خاموشی سے بھی مدد کیا کرتی تھیں۔ مدد کرنے کا ایک طریقہ یہ تھا کہ وہ محلے اور غریب خاندانوں کی دس بارہ سال کی تین چار بچیاں اپنے گھر لے آتیں اور ان کی کفالت کرتیں۔ بچیاں گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتیں اور اس کے ساتھ ہی بے جی سے

قرآن پاک، نماز، ضروری دینی تعلیم، کھانا پکانا اور سینا پرونا بھی سیکھتیں۔ بے جی بڑے پیار سے ان کی پرورش کرتیں، پھر مناسب رشتہ ملنے کے بعد ان کی شادی کر دیتیں۔ یوں غریب بچیوں کی اچھی طرح سے تعلیم و تربیت ہو جاتی تھی۔

بے جی اپنے چھوٹے بیٹے محمد اقبال سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ اقبال بھی ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ جب علامہ اقبال سیالکوٹ میں اپنی والدہ سے ملنے آتے تو بے جی خوشی سے پھولے نہ سماتیں اور کہتیں: ''میرا بالی آ گیا۔'' یہ الفاظ سن کر علامہ اقبال اپنی ماں کے سامنے اپنے آپ کو بالکل چھوٹا بچہ تصور کرنے لگتے۔

علامہ اقبال کی تربیت میں ان کی والدہ کا بہت بڑا حصہ تھا۔ بے جی نے اقبال کی ذہنی اور اخلاقی تربیت اتنے اچھے طریقے سے کی تھی جو زندگی بھر علامہ اقبال کے کردار اور عمل میں نظر آتی رہی۔

یہ ۱۹۱۴ء کے موسمِ گرما کا ذکر ہے کہ بے جی، جو اب خاصی کم زور ہو چکی تھیں اور گزشتہ برسوں سے کسی نہ کسی وجہ سے بیمار چلی آ رہی تھیں۔ انھیں دردِ گردہ کی شکایت بہت پرانی تھی اور انھیں مسلسل بخار بھی رہنے لگا تھا۔ وہ روز بہ روز کم زور ہوتی چلی گئیں۔ اکتوبر کے وسط تک ان کی طبیعت بے حد خراب ہو گئی اور کم زوری اس قدر بڑھ گئی کہ ہلنا جلنا ممکن نہ رہا۔

علامہ اقبال اپنی والدہ کے پاس سیالکوٹ گئے تو وہ اپنی والدہ کی روز بہ روز بگڑتی صحت کی وجہ سے بے حد پریشان ہو گئے۔ وہ اپنی پیاری ماں کے لیے اس قدر بے چین تھے کہ دن رات ماں کے سرہانے رہتے۔ وہ سیالکوٹ میں موجود ڈاکٹروں اور حکیموں

کے علاج سے مطمئن نہ تھے، اس لیے لاہور سے اپنے ایک دوست ڈاکٹر کو بلوالیا، مگر کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی اور مرض بڑھتا ہی گیا۔

بے جی کی ٹھنڈی چھاؤں میں ''بالے'' (اقبال) نے اپنا بچپن اور نوجوانی گزاری تھی، ۹ نومبر ۱۹۱۴ء کا دن علامہ اقبال کی زندگی کا تاریک دن تھا جب ان کی عزیز ترین ہستی ان کی والدہ محترمہ بے جی ان سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئیں۔ اقبال کے والد محترم شیخ نور محمد نے اپنی رفیقۂ حیات کا کفن خود سیا اور خواتین کو میت پر آواز کے ساتھ رونے سے سختی کے ساتھ منع کیا۔ خواتین خاموشی سے آنسو بہاتی رہیں۔

بے جی (امام بی بی) کو حضرت امام صاحب کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں وہ ابدی نیند سو رہی ہیں۔ بے جی کے انتقال کے بعد علامہ اقبال بہت اُداس رہنے لگے تھے اور اکثر تنہائی میں آنسو بہایا کرتے تھے۔ اپنی ماں کی محبت میں انھوں نے کئی اشعار کہے۔ ان اشعار میں اپنی والدہ محترمہ کی خوبیاں اور خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔

علامہ اقبال کی والدہ کی وفات سے نہ صرف ان کے خاندان کو شدید صدمہ پہنچا، بلکہ ان کے دوست واحباب بھی بے حد افسردہ ہوئے۔

علامہ محمد اقبال نے اپنی والدہ کے لیے کہا تھا:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆

بہار کی آمد

امان اللہ نیر شوکت

خوشی کے گاؤ ترانے کہ آگئی ہے بہار
مہک اُٹھا ہے چمن ، آگیا گلوں پہ نکھار
یہ کیسی رُت ہے کہ بس جُھومنے کو دل چاہے
کریں یہ عہد کہ ہم بانٹتے رہیں گے پیار
خوشی کے گاؤ ترانے کہ آگئی ہے بہار

ہر ایک شخص کا چہرہ خوشی سے کِھلنے لگا
یوں لگ رہا ہے فلک بھی زمیں سے ملنے لگا
چہک رہے ہیں پرندے جدھر نظر جائے
مَلال ختم ہوا ، مِل گیا دلوں کو قرار
خوشی کے گاؤ ترانے کہ آگئی ہے بہار

خدا کا شکر ہے جس نے بہار کی رُت دی
کدُورتوں کی فضاؤں میں پیار کی رُت دی
یہ آرزو ہے کبھی ختم نہ یہ موسم ہو
کہ جو ہے روح کی پہچان ، زندگی کا وقار
خوشی کے گاؤ ترانے کہ آگئی ہے بہار

لالچی کب آئے گا؟

مرزا ظفر بیگ

کسی گاؤں میں چار دوست انور، جمال، فرید اور کامران رہتے تھے، جو بہت غریب تھے۔ دن رات محنت کرتے، مگر پھر بھی ان کی غربت دور نہ ہوتی تھی۔

ایک روز ان کے گاؤں میں ایک بزرگ آئے۔ انھوں نے چاروں دوستوں کی حالت دیکھی تو انھیں ترقی کی دعا دی اور ان سے کہا: ''اپنی قسمت آزمانے ''گل پور'' نامی قصبے جاؤ، وہاں سے تمھیں اتنا کچھ مل جائے گا کہ تمھارے حالات بدل جائیں گے، مگر خبردار! زیادہ لالچ نہ کرنا، بلکہ جو کچھ ملے، اس پر صبر و شکر کر کے گھر واپس آ جانا، کیوں کہ لالچ بُری بلا ہے۔''

چاروں دوستوں نے بزرگ کی بات سنی اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ سفر خاصا لمبا تھا۔ وہ آپس میں باتیں کرتے اور ایک دوسرے کو قصے کہانیاں سناتے چلتے رہے اور ایک ماہ میں گل پور پہنچ گئے، جہاں تانبے کی کان تھی۔

وہاں ایک جگہ لکھا تھا: ''تانبے کے جتنے سکوں کی تمھیں ضرورت ہے، لے لو اور چلے جاؤ۔''

انور نے اپنے دوستوں جمال، فرید اور کامران سے کہا: ''میں تو یہاں سے تانبے کے سکے لے کر واپس جا رہا ہوں۔''

جمال، فرید اور کامران نے ہنستے ہوئے کہا: ''یہ تانبے کی کان والی جگہ ہے، آگے یقیناً چاندی کی کان آئے گی۔ تم صبر تو کرو۔''

مگر انور نے کہا: ''میرے لیے یہی کافی ہے۔'' یہ کہہ کر وہ تانبے کے ڈھیروں

سکے لے کر واپس چلا گیا اور باقی تینوں دوست آگے بڑھ گئے۔

انھیں چاندی کی کان کی تلاش تھی۔ اب سفر مشکل ہو گیا تھا۔ کھانا بھی ختم ہو رہا تھا۔ ان کی ٹانگیں دُکھنے لگیں تھیں۔ آخر کئی دنوں کے سفر کے بعد وہ چاندی کی کان والے علاقے میں پہنچ گئے۔

وہاں بھی ایک بورڈ پر وہی عبارت لکھی تھی: ''چاندی کے جتنے سکوں کی تمھیں ضرورت ہے، لے لو اور چلے جاؤ۔''

اب جمال نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا: ''میں تھک چکا ہوں، یہاں سے چاندی کے سکے لے کر واپس جا رہا ہوں۔''

یہ سن کر فرید اور کامران نے کہا: ''تھوڑا صبر کرلو۔ ہو سکتا ہے آگے سونے کی کان ہماری منتظر ہو۔''

مگر جمال نے ان کی بات نہ سنی اور جھولی بھر کر چاندی کے سکے لے کر وہاں سے چلا گیا۔

اُدھر فرید اور کامران سونے کی کان کی تلاش میں آگے سفر کرتے رہے۔ وہ دونوں راستے میں خیالی پلاؤ بھی پکا رہے تھے کہ جب سونے کی کان پر پہنچیں گے تو وہاں سے کتنی دولت حاصل کریں گے اور کس طرح پورے علاقے کے بادشاہ بن جائیں گے، مگر سفر بہت لمبا اور کٹھن تھا۔ جلد ہی وہ ہمت ہارنے لگے۔ کھانا پہلے ہی ختم ہو چکا تھا، مگر کسی نہ کسی طرح وہ چلتے رہے اور آخر سونے کی کان پر پہنچ گئے، جہاں فرید نے کامران کو اپنا فیصلہ سنا دیا: ''میں اپنی ضرورت کا سونا لے کر واپس جا رہا ہوں۔''

کامران نے کہا: ''میں تو ہیروں کی تلاش میں آگے جاؤں گا، میرے لیے یہ سونا

کافی نہیں ہوگا۔''

یہ سن کر فرید نے کامران سے کہا: ''بے وقوفی مت کرو، یہاں سے یا آگے کے قصبے سے چاہے جتنی دولت لے لو، مگر گھر پہنچتے پہنچتے وہ بہت کم رہ جائے گی، راستے میں بھی تو خرچ کرنی پڑے گی۔''

مگر کامران نہ رکا، وہ آگے چلا گیا اور فرید اپنی ضرورت کا سونا لے کر واپس لوٹ گیا۔ کافی طویل سفر کے بعد کامران ہیروں کی کان پر پہنچا، جہاں اس نے ایک ایسا آدمی دیکھا، جس کے گلے میں لوہے کی زنجیر پڑی ہوئی تھی اور وہ بُری طرح چیخ رہا تھا۔

کامران کو دیکھ کر اس نے ہنستے ہوئے کہا: ''آ گیا، آ گیا، ایک بے وقوف اور آ گیا۔ اب یہ زنجیر اس لالچی کے گلے میں پڑے گی۔''

ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس کے گلے سے زنجیر نکل کر کامران کے گلے میں پڑ گئی۔ کامران نے ہڑبڑا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ آدمی بولا: ''میں بھی تمھاری طرح ہیروں کے لالچ میں یہاں آیا تھا۔ میرے پاس بہت کچھ تھا، مگر مجھے زیادہ کی ہوس تھی، اسی لیے میں یہاں آ گیا اور پھنس گیا۔ اب میں آزاد ہوں اور تم قیدی، ہیروں کا کوئی اور لالچی یہاں آئے گا تو تمھیں نجات ملے گی۔''

یہ کہہ کر وہ آدمی وہاں سے چلا گیا تو کامران نے زنجیر سمیت وہاں سے دوڑ لگا دی۔ وہ پاگلوں کی طرح چلتا رہا، لیکن راستہ بھٹک گیا۔ اس کے کپڑے پھٹ گئے، پورا جسم زخموں سے بھر گیا۔ برسوں سے وہ کسی لالچی کا انتظار کر رہا ہے۔ جب کوئی لالچی آئے گا تب ہی اسے اس عذاب سے نجات ملے گی۔

☆☆☆

استاد صاحب

محمد شاہد حفیظ

اللہ بخشے ہمارے استاد صاحب کو، جن کی بدولت آج میں اس مقام پر ہوں۔ وہ بہت شریف اور شفیق انسان تھے اور ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ وہ کلاس میں جب بھی آتے، مسکراتے ہوئے آتے۔ انھوں نے کبھی کسی کو نہیں مارا۔ وہ ہمیشہ ''مار نہیں پیار'' پر عمل کرتے رہے۔ اگر کوئی لڑکا شرارت کرتا یا کام نہ کرتا تو اسے پیار سے سمجھاتے تھے، لیکن ہم سب شاگرد ان کے پیار کا اُلٹا اثر لیتے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ ہم سے ڈرتے ہیں۔ کلاس کے لڑکے مہذب انداز میں ان سے اکثر چھوٹی موٹی شرارتیں کر لیا کرتے تھے۔ پرنسپل صاحب نے ہمارے استاد کو کئی مرتبہ سمجھایا: ''بچوں کے ساتھ اتنی نرمی اچھی نہیں ہوتی۔ یہ لاتوں کے بھوت ہیں، باتوں سے نہیں مانتے۔ آپ ان پر اپنا ہاتھ سخت رکھا کریں۔''

استاد صاحب پرنسپل صاحب کو فخر سے جواب دیتے: ''سر! یہی لڑکے ایک دن میرا اور اسکول کا نام روشن کریں گے، انشاء اللہ! آپ دیکھتے جائیں۔'' اس بات پر پرنسپل صاحب نہ چاہتے ہوئے بھی خاموش ہو جاتے۔

ہمیں اپنے استاد صاحب کی مسکرانے کی عادت بہت پسند تھی، کیوں کہ وہ مسکراتے ہوئے بہت اچھے لگتے تھے۔ اگر کوئی لڑکا پڑھائی پر توجہ نہ دیتا، کوئی غیر حاضر ہوتا تو وہ اسے بہت شفقت سے سمجھاتے۔ ان کے پڑھانے کا انداز بھی بے حد دلنشین تھا۔ ان سب باتوں کے باوجود ہماری جماعت کے لڑکے اپنی من مانی کرتے تھے۔

جی میں آتا تو کتاب کھول لیتے ، ورنہ اپنے کھیل کود اور خوش گپیوں میں مشغول رہتے۔

اس کے باوجود بھی استاد صاحب بُرا نہیں مانتے تھے۔ وہ ہماری غلط باتوں پر ضرور ٹوکتے اور پھر رہنمائی بھی فرماتے۔ یوں تو وہ ہمیشہ خوش رہنے والے اور خدا ترس انسان تھے، لیکن ایک روز ہم نے انھیں بہت مغموم دیکھا۔

اس روز انسپکٹر صاحب اسکول کے معائنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ جب وہ ہماری کلاس میں آئے تو طالب علموں سے مختلف سوالات کیے۔ جب میری باری آئی تو انھوں نے مجھ سے پوچھا: ''یہ بتاؤ تاج محل کہاں پر ہے؟''

اس سوال پر مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ مجھے شرارت سوجھی تو میں نے وہی جواب دیا: ''جناب! ایسی چیزیں سلیم ہی اِدھر اُدھر رکھ دیتا ہے، اس سے پوچھ لیں۔''

میرے جواب سے پوری کلاس پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ میں خود بھی اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکا اور بے اختیار قہقہہ بلند ہو گیا۔ انسپکٹر صاحب بہت خفا ہوئے۔ غصے سے ان کے ہونٹ بھنچ گئے۔ میں بخوبی ان کا غصہ محسوس کر رہا تھا، مگر مجھے اس کی ذرا بھی پروا نہیں تھی۔

انسپکٹر صاحب نے دوسرا سوال پوچھا: ''یہ بتاؤ کہ بانگِ درا کس نے لکھی ہے؟''

''مجھ سے قسم لے لیں جی، میں نے تو نہیں لکھی۔ ہاں یہ ظفر کی شرارت ہو سکتی ہے۔ ایسے عجیب و غریب کارنامے وہی سرانجام دیتا رہتا ہے۔''

کلاس کی فضا ایک بار پھر قہقہوں سے گونج اٹھی۔ اب تو انسپکٹر صاحب کی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ وہ غصے سے پھٹ پڑے اور ہمارے استاد صاحب

پر برسنے لگے: ''آپ نے انھیں یہ تعلیم دی ہے۔ کس قسم کے استاد ہیں آپ؟ اور یہ کس طرح کے لڑکے پال رکھے ہیں؟ یہ بے حد بدتمیز اور نالائق طالب علم ہیں۔''

انسپکٹر صاحب تو چلے گئے، لیکن جاتے ہوئے پرنسپل صاحب سے ہماری اور ہمارے استاد صاحب کی شکایت کر گئے۔

پرنسپل صاحب نے ہمیں اور استاد صاحب کو اسی وقت اپنے آفس بلوایا اور ہم سمیت ہمارے استاد صاحب کو کھری کھری سنا ڈالیں۔

''آپ کو پہلے بھی کئی مرتبہ سمجھایا ہے کہ ان نالائقوں کو ڈھیل نہ دیں۔ یہ صرف 'مولا بخش' کی بات سمجھتے ہیں، پیار کی نہیں، کیوں کہ وہی ان کا اصل استاد ہے۔ آپ کے

بے جا لاڈ پیار کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج ان احمقوں نے آپ کا اور اسکول کا نام خوب روشن کیا ہے۔''

ہمارے استاد صاحب سر جھکائے خاموشی سے سنتے رہے پھر بولے: ''ان سب کی طرف سے میں معافی مانگتا ہوں۔ یہ ابھی ناسمجھ ہیں۔ آہستہ آہستہ انھیں اچھے بُرے کی تمیز ہو جائے گی۔''

پھر استاد صاحب بوجھل قدموں سے کلاس میں لوٹ آئے۔ اس دن ہمیں پہلی بار استاد صاحب بہت اُداس نظر آئے۔ وہ چپ چاپ اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ اس وقت دکھ اور شرمندگی سے میری کیا حالت تھی، یہ صرف میں جانتا تھا۔ میں شرم کے مارے زمین میں گڑا جا رہا تھا۔ دل ہی دل میں خود پر لعنت ملامت کرتا رہا کہ میری نالائقی کی وجہ سے آج انھیں یہ دن دیکھنا پڑ گیا۔

اس واقعے نے میری کایا پلٹ دی اور میں نے ایک فیصلہ کیا۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور بھاری بھرکم قدم اُٹھاتا ہوا، جو اس وقت کئی من وزنی ہو چکے تھے، اپنے استاد صاحب کے پاس گیا اور ایک دم ان کے قدموں میں گر گیا۔

''سر! مجھے معاف کر دیں۔ مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ سر! پلیز، مجھے معاف کر دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ ہمیشہ دل لگا کر پڑھوں گا، کسی بھی قسم کی شرارت نہیں کروں گا اور نہ ایسی بات کہوں گا، جس سے کسی کو دکھ پہنچے۔ میں اپنی غلطی پر نادم ہوں۔ میں تہ دل سے معافی چاہتا ہوں۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔'' میری آواز لڑکھڑا گئی تھی۔

استاد صاحب نے میرا جھکا ہوا سر اوپر اُٹھایا۔ ایک لمحے کو مجھے غور سے دیکھا اور گلے سے لگا لیا۔ میرے جذبات بے قابو ہو گئے اور میں خوشی سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ استاد صاحب نے مجھے معاف کر دیا۔ وہ واقعی بہت بڑے دل کے مالک تھے اور ان کا ظرف بہت اعلا تھا۔ میں نے ہر قسم کی شرارتوں سے توبہ کر لی اور دل لگا کر محنت شروع کر دی۔ سالانہ امتحان ہوئے تو میں نے پورے اسکول میں اول پوزیشن حاصل کی۔ میری اس کامیابی پر استاد صاحب بہت خوش ہوئے۔ وہ ہر ایک کو فخریہ انداز میں بتاتے: ''دیکھو، میرا شاگرد پورے اسکول میں اول آیا ہے۔''

استاد صاحب کی دعا اور اپنی محنت کے بل بوتے پر میں ہر سال پوزیشن ضرور

لیتا۔ پھر مجھے یہ موقع بھی ملا کہ میں اعلا تعلیم کے حصول کے لیے بیرون ملک چلا گیا۔ تعلیم مکمل کر کے جب واپس پاکستان آیا تو ایک ماہر ڈاکٹر بن چکا تھا۔ میں نے اپنی کام یابی کی خبر انھیں سنائی تو ان کا سر ایک بار پھر فخر سے بلند ہو گیا۔ وہ سب سے کہتے: ''دیکھو میرا شاگرد بہت بڑا ڈاکٹر بن گیا ہے۔''

شہر کے بڑے ہسپتال میں مجھے نوکری مل گئی اور میں نے اپنا کلینک بھی علاحدہ بنا لیا، جس سے مجھے معقول آمدنی ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ میری شہرت میں اضافہ ہوتا گیا اور میرا شمار شہر کے بڑے ڈاکٹروں میں ہونے لگا۔ آج میں ایک کام یاب اور تجربہ کار ڈاکٹر ہوں۔ اللہ کے فضل و کرم سے سیکڑوں مریض مجھ سے علاج کرا چکے ہیں۔ اللہ کا دیا میرے پاس سب کچھ ہے۔ عزت، دولت، شہرت اور نیک نامی جیسی تمام کام یابیاں میرے نام سے جڑی ہوئی ہیں، مگر آج میں جو کچھ بھی ہوں اپنے مہربان استاد صاحب کی وجہ سے ہوں، جن کی شفقت نے مجھے اندھیروں سے نکال کر اُجالوں میں کھڑا کیا۔ ☆

پری زادہ

احمد عدنان طارق

فرزان اپنی چھوٹی بہن نایاب کے ساتھ سمندر کے کنارے کھیل رہا تھا۔ وہ دونوں سمندری ریت سے قلعے بنا رہے تھے کہ فرزان کو محسوس ہوا کہ نایاب افسردہ اور خاموش ہے۔

''کیا بات ہے نایاب!'' فرزان نے پوچھا۔ اس نے اپنی کُھرپی زمین پر پھینکی اور اس کے قریب آ گیا۔

نایاب نے منھ بسورتے ہوئے بھائی کو بتایا: ''میری خوب صورت انگوٹھی گم ہو گئی ہے۔''

فرزان نے اس سے پوچھا: ''انگوٹھی کہاں گُم ہوئی ہے؟ چلو، اسے ڈھونڈتے ہیں، شاید مل جائے۔''

نایاب نے اسے بتایا: ''اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ انگوٹھی اس وقت گم ہوئی ہے جب ہم کشتی کی سیر کر رہے تھے اور میں کشتی سے ہاتھ نیچے کر کے سمندر کی لہروں سے کھیل رہی تھی۔ وہ تو اب تک سمندر کی تہ میں چلی گئی ہوگی۔ یہ کہہ کر نایاب ایک طرف چلی گئی۔''

فرزان نے مٹھیاں بھینچ کر کہا: ''کاش وہ سمندر کے اندر جا سکتا تو وہ اپنی بہن کی انگوٹھی ڈھونڈ لاتا۔''

''یہ کام تو میں کر سکتی ہوں اگر تم چاہو تو۔'' تبھی ایک بہت ہی خوب صورت اور مترنم آواز فرزان کے کانوں سے ٹکرائی۔ فرزان نے حیرانی سے سر اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا تو نزدیک ہی ایک سمندری چٹان پر ایک بہت ہی خوب صورت پری بیٹھی نظر آئی۔ اس کے لمبے سنہرے بال ہوا میں لہرا رہے ہیں۔ فرزان، پری کو دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اس نے پہلے کبھی کوئی پری نہیں دیکھی تھی۔

اس نے پوچھا: ''کیا تم واقعی ایک پری ہو؟''

''ہاں، میں ایک جل پری ہی ہوں۔ میں اپنی بہن صنوبر پری سے ملنے جا رہی تھی، جس کی شادی سمندر میں ایک جل پری زاد سے ہوئی ہے۔ میں نے اُڑتے اُڑتے تمھاری باتیں سنیں۔ تو میں نے سوچا کہ تم سے پوچھ لیا جائے کہ کیا تم میرے ساتھ سمندر کے اندر سیر کرنا چاہتے ہو؟''

پری نے فرزان کو سمندر میں چلنے کی دعوت دی تو فرزان خوشی سے پری کے ساتھ سمندر میں جانے کو تیار ہو گیا۔

''تو آؤ پھر چلیں۔'' پری نے فرزان کا ہاتھ تھام لیا اور اسے بتایا: ''میرا نام نیلم پری ہے۔ تمھارا کیا نام ہے؟''

فرزان نے نیلم پری کو اپنا نام بتایا اور اشارے سے اسے اپنی بہن نایاب کو دکھایا اور پری کو بتایا کہ کس طرح نایاب کی انگوٹھی سمندر کی لہریں نگل گئیں ہیں۔ اب وہ سمندر کی تہ میں جا کر انگوٹھی ڈھونڈ نا چاہتا ہے۔ نیلم پری اس کا بازو پکڑے ہوئے سمندر کی لہروں کے نزدیک پہنچی تو ایک لہر جو سب سے پہلے ان کے نزدیک پہنچی، اس نے فرزان کے جوتوں کو جرابوں سمیت بھگو دیا۔ اس نے نیلم پری کو یاد دلایا کہ اس طرح تو وہ گہرے پانی میں ڈوب بھی جائے گا۔

نیلم نے سر پکڑ کر کہا: ''اوہ ہو، وہ بھول گئی تھی کہ تمھیں تو سمندری منتر کی ضرورت ہے جو میں نے ابھی پڑھا ہی نہیں۔ اس منتر کے اثر سے تم بلا خوف اور بھیگے بغیر سمندر کے اندر گھوم سکو گے۔ فرزان! تم نے بہت اچھا کیا کہ جو مجھے یاد دلا دیا۔''

پری نے ایک ہاتھ میں پانی ڈالا اور پھر چلو بھر پانی سے فرزان کے جسم کے اردگرد

ایک دائرہ کھینچ دیا اور اس سارے عمل کے دوران اپنی خوب صورت مترنم آواز میں کچھ گنگناتی رہی۔ پھر اس نے فرزان کو بتایا کہ اب وہ محفوظ ہے۔ وہ دونوں باتیں کرتے کرتے گہرے پانیوں میں اُترتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ پانی فرزان کی کمر تک آ گیا، مگر فرزان کو چلنے میں ذرا بھی مشکل پیش نہیں آ رہی تھی۔ اب وہ پانی میں اس طرح چل رہا تھا جیسے خشکی پر ہو۔ تھوڑی ہی دیر میں پانی اس کے شانوں تک آ گیا اور پھر جلدی ہی اس کا سر بھی پانی میں ڈوب گیا، لیکن نہ تو ناک میں پانی گیا اور نہ اس کی سانس رکی۔ وہ پانی میں بھی اتنی ہی آسانی سے سانس لے رہا تھا جتنا کہ خشکی پر لیتا آیا تھا۔ فرزان کو یہ سب کچھ انتہائی حیرت انگیز لگ رہا تھا۔ انتہائی دل فریب رنگوں کی مچھلیاں اس کے اردگرد تیر رہی تھیں اور سمندر کی گہرائی میں نباتات کے کھیتوں کے کھیت ہر سُو لہرا رہے تھے۔

نیلم نے فرزان سے کہا: ''ہمیں بہت دور تک سفر کرنا ہے، اس لیے سواری کے لیے کسی مچھلی پر سوار ہوا جائے، پھر اس نے ایک ڈولفن کو اشارہ کیا اور جلد ہی وہ اس کی پیٹھ پر سوار سفر کر رہے تھے۔ جیسے کسی موٹر لانچ پر بیٹھے ہوئے ہوں۔ کچھ دیر سفر کے بعد وہ ایک دیدہ زیب غار کے نزدیک پہنچ گئے۔ جہاں ایک انتہائی خوب صورت پری اپنے بال کھولے بیٹھی تھی۔ نیلم اور فرزان نے ڈولفن کو چھوڑ دیا۔ نیلم نے بھاگ کر اپنی بہن کو سینے سے لگا لیا۔ فرزان بھی ان کے قریب چلا گیا، لیکن وہ ذرا شرما رہا تھا۔ صنوبر اپنی بہن سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ پھر اس نے نیلم سے فرزان کے متعلق پوچھا تو نیلم نے فرزان کا تعارف صنوبر سے کروایا اور اسے بتایا کہ وہ اپنی بہن کی انگوٹھی ڈھونڈنے آیا ہے۔ جو سمندر میں کھو گئی ہے۔ یہ سن کر صنوبر بولی: ''سمندر تو بہت بڑے رقبے پر ہے۔ وہ ساری زندگی بھی انگوٹھی ڈھونڈتا رہے تو شاید نہ ڈھونڈ سکے۔''

پھر صنوبر نے فرزان کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا: ''اگر انگوٹھی نہ بھی ملی تو میں تمھیں انگوٹھی کی جگہ اور کوئی تحفہ دے دوں گی۔''

نیلم نے اپنی بہن سے پوچھا: ''تمھارے شوہر کہاں ہیں؟''

صنوبر نے بتایا کہ وہ بازار کچھ سامان خریدنے کے لیے گئے ہوئے ہیں، لیکن وہ شام کی چائے تک واپس آ جائیں گے۔ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد صنوبر نے قریب ہی سمندری چٹان پر ایک خوب صورت دستر خوان بچھایا اور اس کے اوپر سمندری پھول رکھے۔ سیپیوں سے بنے خوب صورت برتن اس پر سجائے، جن میں پلیٹیں بھی تھیں اور گلاس بھی۔ فرزان سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چائے اس طرح بھی پی جا سکتی ہے۔ جب ہر طرف پانی ہی پانی ہو، لیکن نیلم کا کہنا تھا کہ اس طرح چائے پینا بھی آسان ہے بشرطیکہ طریقہ آتا ہو۔ پھر کھانے کی دوسری چیزیں بھی تیار ہو گئیں اور وہ دستر خوان کے گرد بیٹھ گئے۔ سمندری جڑی بوٹیوں کا سوپ تھا۔ سمندری ستارہ مچھلیوں سے بنے ہوئے کیک تھے اور جیلی فش سے بنی گلابی اور سبز جیلی تھی۔ فرزان کو بہت بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے اس سے زیادہ چونکا دینے والا کھانا پہلے کبھی نہیں کھایا تھا، لیکن پھر بھی اسے کھانے کا بہت مزہ آیا۔

اچانک صنوبر نے اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''دیکھو میرے شوہر بھی آ گئے ہیں۔''

فرزان نے دیکھا کہ وہ ایک جل پری زاد تھا، جو سمندر میں تیرتے ہوئے آ رہا تھا۔ ان کا نچلا دھڑ مچھلی کی طرح تھا۔ وہ قریب پہنچا اور خوش اخلاقی سے کہا: ''ارے یہاں تو ضیافت اُڑائی جا رہی ہے۔ بھئی کون مہمان آیا ہے؟ جس کے اعزاز میں یہ تکلف کیا گیا ہے۔''

فرزان نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور اپنا تعارف کرایا۔ جل پری زاد اس سے

مل کر بہت خوش ہوا اور پھر وہ ان کے ساتھ ہی دسترخوان پر بیٹھ گیا اور کچھ جیلی پلیٹ میں ڈال کر کھانے لگا۔ اس کا رویہ بہت دوستانہ تھا۔ اس نے سمندر کی مچھلیوں اور جھینگوں کے متعلق اتنے مزے دار لطیفے سنائے کہ فرزان کو کھانا کھاتے ہوئے اپنی ہنسی پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ پری زاد نے اپنی بیوی صنوبر سے کہا: ''میں تمھارے لیے مارکیٹ سے ایک تحفہ خرید کر لایا ہوں۔ یہ تحفہ اتنا خوب صورت ہے کہ اس کو خریدنے کے لیے اسے بڑی رقم خرچ کرنا پڑی ہے۔''

صنوبر نے خوشی خوشی تحفہ دیکھنے کی فرمائش کی۔ تو جل پری زاد نے اپنی مٹھی کھولی۔ تو سب نے دیکھا کہ اس کی ہتھیلی پر انتہائی خوش نما انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔ فرزان بھی انگوٹھی دیکھ کر بہت خوش ہوا، کیوں کہ یہ وہی انگوٹھی تھی، جو اس کی بہن گم کر بیٹھی تھی۔ فرزان نے سب کو یہ ماجرا بتایا تو جل پری زاد نے بتایا: ''یہ انگوٹھی آج صبح ہی سمندر کی تہ میں آئی تھی اور ایک مچھلی اپنے منھ میں دبا کر اسے بیچنے کے لیے مارکیٹ میں لائی تھی۔''

فرزان نے کہا: ''نایاب سے یہ انگوٹھی آج صبح ہی سمندر میں گری تھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ وہی انگوٹھی ہے۔''

پری زاد سوچ رہا تھا کہ کیا حسین اتفاق ہے۔ صنوبر نے فوراً انگوٹھی فرزان کو دی کہ وہ اسے لے جائے اور جا کر اپنی بہن کو دے۔ اب وہ اسے نہیں پہن سکتی، کیوں کہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ انگوٹھی نایاب کی ہے، لیکن فرزان نے انگوٹھی لینے سے انکار کر دیا اور کہا: ''صنوبر بہن! آپ کے شوہر یہ انگوٹھی آپ ہی کے لیے خرید کر لائے ہیں۔ میں اسے نہیں لے سکتا۔ ہاں، میں نایاب کو بتا دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بھی یہ سن کر خوش ہو گی کہ انگوٹھی اب آپ کے پاس ہے۔''

جل پری زاد نے بھی فرزان کو انگوٹھی لے جانے کو کہا، لیکن فرزان سب کے بھرپور اصرار کے باوجود نہ مانا۔ تھوڑی دیر بعد فرزان نے نیلم سے کہا: ''اب مجھے واپس جانا چاہیے، کیوں کہ اب نایاب اس کے لیے فکر مند ہو گی۔''

جل پری زاد نے فرزان سے کہا: ''میں تمھیں اپنے سفید گھوڑے پر سوار کر کے سمندر کے کنارے تک چھوڑ کر آؤں گا۔ تم حیران رہ جاؤ گے کہ سفید سمندری گھوڑا کتنا تیز بھاگتا ہے۔''

پھر وہ تیرتا ہوا گیا اور ایک انتہائی خوب صورت سفید گھوڑے کو ساتھ لے کر آیا۔ جل پری زاد نے فرزان کی مدد کی اور اسے اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھا لیا۔ فرزان نے دونوں پری بہنوں کو خدا حافظ کہا اور پھر سفید گھوڑا سمندر کی تہ سے تیزی سے سطح کی طرف بلند ہونے لگا۔

اُدھر نایاب کو اپنا بھائی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس کے لیے بہت فکر مند ہو رہی تھی۔ وہ ساحل پر اِدھر اُدھر اسے تلاش کرتی پھر رہی تھی اور اسے آوازیں دے رہی تھی۔ مچھلیوں کے ایک جھنڈ نے پانی سے باہر منھ نکال کر اسے اصل بات بتانے کی کوشش کی، لیکن چوں کہ نایاب پر سمندری منتر کا اثر نہیں تھا، اس لیے وہ مچھلیوں کی زبان سمجھ نہ سکی۔ گھوڑا ساحل سمندر پر پہنچ گیا اور فرزان چھلانگ مار کر اس سے اُترا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ جل پری زاد کا شکریہ ادا کرتا اور اسے خدا حافظ کہتا، وہ واپس روانہ ہو چکا تھا۔ فرزان، نایاب کے پاس چلا آیا۔ نایاب نے حیرت سے بھائی کو دیکھا اور پوچھا: ''کہاں چلے گئے تھے، میں پریشان ہو رہی تھی۔''

فرزان نے اسے بتایا: ''میں سمندر کی تہ میں گیا تھا، تاکہ تمھاری انگوٹھی ڈھونڈ

سکوں۔'' پھر اسے جل پری زاد کے انگوٹھی مارکیٹ سے خریدنے کا سارا معاملہ بتایا اور کہا: ''میں نے انگوٹھی بھی واپس نہیں لی، کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ تم خوشی سے یہ چاہو گی کہ انگوٹھی صنوبر ہی کے پاس رہے۔''

ساری بات سن کر نایاب کو بڑی حیرت ہوئی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ فرزان نے کوئی کہانی گھڑی ہے۔ اس نے کہا: ''ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی انسان سمندر کی تہ میں اس طرح پھرتا رہے، سوائے غوطہ خوروں کے۔''

فرزان نے دونوں ہاتھ پتلون کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا: ''سچ کہہ رہا ہوں میں تو وہاں سے ہو کر آیا ہوں۔''

''لیکن میں تمھاری اس کہانی پر یقین کیسے کرلوں۔ تم صرف مجھے پریشان کرنے کے لیے کہیں چھپے ہوئے تھے۔'' نایاب نے کہا۔

''میں جھوٹ نہیں بول رہا۔'' یہ فقرہ کہتے ہوئے اس کے چہرے کے تاثرات اچانک بدل گئے، کیوں کہ اس کی اُنگلیاں جیب میں کسی چیز سے ٹکرائی تھیں۔ اس نے جب وہ چیز جیب سے نکالی تو دیکھا کہ یہ وہی انگوٹھی تھی۔ وہ حیران رہ گیا۔ اب وہ سمجھ گیا کہ جل پری زاد نے چپکے سے انگوٹھی اس کی جیب میں ڈال دی تھی۔ اس نے انگوٹھی بہن کو دکھائی اور کہا: ''اب تو تمھیں یقین آجائے گا کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔''

نایاب نے اس سے انگوٹھی لی اور خوشی خوشی اُنگلی میں پہن لی اور بولی: ''اب میں کس طرح اس کہانی پر یقین نہ کروں گی، کیوں کہ اس کے بھائی نے اتنی محنت سے اس کی انگوٹھی ڈھونڈی ہے۔''

☆☆☆

ہنسی گھر

😊 ایک بے وقوف آدمی نے پولیس کو فون کیا اور کہا کہ مجھے فون پر قتل کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔''

پولیس: ''کون ہیں وہ؟''

آدمی: ''محکمہ ٹیلے فون والے۔''

پولیس: ''کیا کہتے ہیں؟''

آدمی: ''کہتے ہیں کہ اگر بل نہیں دیا تو کاٹ دیں گے۔''

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، کراچی

😊 بیوی: ''آج ہماری شادی کی سال گرہ ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

شوہر: ''اس عظیم حادثے کی یاد میں ایک منٹ کی خاموشی اختیار کرنا چاہیے۔''

مرسلہ : نام پتا نامعلوم

😊 کسی ملک کے صدر کو اس کے مشیرِ خاص نے مشورہ دیتے ہوئے کہا: ''جنابِ والا! آپ بس اپنا فیصلہ سنا دیا کریں، فیصلے کے بارے میں کوئی دلیل نہ دیا کریں۔''

''وہ کیوں؟'' صدر نے پوچھا۔

مشیر نے کہا: ''جناب! بات دراصل یہ ہے کہ فیصلہ تو بہر حال آپ کا سب کو ماننا ہی پڑتا ہے، لیکن آپ کی دلیل سن کر لوگ ہنسنے لگتے ہیں۔''

مرسلہ : اشنہ خان، کراچی

😊 استاد شاگرد سے: ''موسلا دھار کو جملے میں استعمال کرو۔''

شاگرد: ''سر مجھے تو موسلا دھار کا مطلب ہی نہیں آتا۔''

استاد: ''موسلا دھار کا مطلب ہے بہت تیز۔''

شاگرد جلدی سے بولا: ''آج میں موسلا دھار بھاگا۔''

مرسلہ : انعم صابر، کراچی

😊 مجسٹریٹ: ''تم مجھے دوٹوک جواب دو، تم نے جرم کیا ہے یا نہیں؟''

ملزم: ''جناب! اگر فیصلہ مجھے ہی کرنا ہے تو آپ اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں؟''

مرسلہ : زینب ناصر، فیصل آباد

😊ایک مشہور امریکی پروفیسر کسی شاعر کی نظم کا یہ خلاصہ اکثر مزے لے لے کر سناتے تھے:

''امریکی صدر ابراہام لنکن ایک سادہ مزاج آدمی تھا۔ وہ لکڑی کے ایک چھوٹے سے کیبن میں پیدا ہوا، جو اس نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔''

مرسلہ : علیشبہ نور، نارتھ کراچی

😊خرم: ''پتا نہیں اس دنیا میں کتنے لوگ ڈرپوک ہیں؟''

یاسر: ''مجھے تو علم نہیں، کیا تم اکیلے ڈرتے ہو؟''

مرسلہ : عبدالرافع، لیاقت آباد

😊ایک پروفیسر صاحب خالی پلیٹ میں بظاہر روٹی ڈبو کر کھا رہے تھے۔ ویٹر نے پوچھا: ''یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟''

پروفیسر: ''دکھائی نہیں دے رہا؟ دال روٹی کھا رہا ہوں۔''

ویٹر: ''مگر جناب! آپ کی پلیٹ تو خالی ہے۔''

پروفیسر: ''میں ریاضی کا استاد ہوں، میں نے دال فرض کی ہوئی ہے۔''

مرسلہ : فراز یہ اقبال، عزیز آباد

😊مریض نے دندان ساز سے کہا: ''ڈاکٹر صاحب! میرے صرف ایک دانت میں درد تھا، اسی کو نکالنا تھا، آپ نے تین دانت کیوں نکال دیے؟''

ڈاکٹر: ''چپ رہو، دوا زیادہ لگ گئی تھی، بے کار ضائع ہو جاتی۔''

مرسلہ : علینہ سلیم، رحیم یار خان

😊باپ (بیٹے سے): ''تمھاری ہینڈ رائٹنگ بہت خراب ہے، خوش خط لکھنے کی کوشش کرو۔''

بیٹا: ''ابا جان! مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے، میں تو بڑا ہو کر ڈاکٹر ہی بنوں گا۔''

مرسلہ : محمد اسید انعام، کراچی

😊دکان کے مالک نے ملازم سے پوچھا: ''کیا تمھیں منشی نے کام سمجھا دیا ہے؟''

نئے ملازم نے ادب سے جواب دیا: ''جی ہاں جناب! اس نے کہا ہے کہ جب

میں آپ کو دور سے آتا دیکھوں تو اسے جگا دیا کروں۔''

مرسلہ : حفصہ مریم، کراچی

😊ایک بے وقوف دوسرے سے: ''میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔''

دوسرا بولا: ''میرے گلے میں درد ہو رہا ہے۔''

پہلا: ''تم میرا سر دباؤ، میں تمھارا گلا دبا دیتا ہوں۔''

مرسلہ : ماہم عبدالصمد سموں، جگہ نامعلوم

😊استاد (شاگرد سے): ''بتاؤ، بگلے ایک ٹانگ پر کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟''

شاگرد: ''وہ سوچتے ہیں جب ایک ٹانگ سے کام چل جاتا ہے تو دوسری کو کیوں تھکایا جائے۔''

مرسلہ : کرن فدا حسین، فوجی کالونی

😊ایک عورت کا بیٹا پہلی بار اپنے سسرال جا رہا تھا۔ ماں نے اس سے کہا: ''بیٹا! وہ جو کچھ پوچھیں تو اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا، اس سے ان پر رعب پڑے گا۔''

وہ سسرال گیا تو ساس نے پوچھا: ''تم بس پر آئے ہو یا گاڑی پر؟''

داماد نے کہا: ''میں تو جہاز پر آیا ہوں۔''

پھر ساس نے پوچھا: ''بیٹا! لسی پیو گے یا دودھ؟''

اس نے کہا: ''ملک شیک پیوں گا۔''

پھر اسے چھینک آئی۔ ساس نے کہا: ''بیٹا! تمھیں نزلہ ہے؟''

داماد نے کہا: ''نہیں مجھے کینسر ہے۔''

مرسلہ : مدیحہ ذکاء بھٹی، شیخوپورہ

😊ایک صاحب کسی ہوٹل میں گئے۔ انھیں گرمی لگ رہی تھی۔ چناں چہ انھوں نے اپنا کوٹ اُتار کر ایک جگہ لٹکا دیا اور اس پر ایک چٹ لگا دی۔ جس پر لکھا تھا: ''میرا کوٹ چرانے کی کوشش نہ کرنا، میں باکسنگ میں ورلڈ چیمپئن ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد انھوں نے دیکھا کہ کوٹ غائب ہے اور ایک چٹ لگی ہوئی تھی، اس پر لکھا تھا: ''مجھے پکڑنے کی کوشش مت کرنا، میں دوڑنے میں عالمی چیمپئن ہوں۔''

مرسلہ : مناہل فاطمہ عامر علی، حیدر آباد

پہاڑوں میں رہنے والی ایک باہمت لڑکی کی دلچسپ زندگی کی سچی کہانی

پیاری سی پہاڑی لڑکی

مسعود احمد برکاتی کے قلم سے

ہیدی ایک یتیم، بھولی بھالی اور معصوم چھوٹی سی لڑکی، پہاڑوں میں رہنے والی، باہمت، نرم مزاج اور ارادے کی پکی۔ اس کے دادا بدمزاج، تنہائی پسند، اپنے بنائے ہوئے اصولوں میں پکے۔
دونوں کا ساتھ کیسے ہوا؟ ایک ساتھ زندگی کیسے گزری؟ کس نے کس کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا؟
ان سوالوں کے جواب اس کہانی کے واقعات سے مل جاتے ہیں۔ ممتاز اور مقبول ادیب مسعود احمد برکاتی نے اس انگریزی کہانی کو اردو زبان میں ڈھالا، آسان محاوروں سے سجایا اور دل کش، رواں زبان میں لکھا ہے۔

نونہالوں کے بے حد اصرار پر شائع کی گئی ہے۔

رنگین خوب صورت ٹائٹل — قیمت : پینسٹھ (۶۵) رپے

ایک طوفانی رات

میرزا ادیب کی دل چسپ کہانیوں کا انتخاب

میرزا ادیب کے نام سے بچے اور بڑے خوب واقف ہیں، خاص طور پر ہمدرد نونہال پڑھنے والے نونہالوں نے تو ان کی کہانیاں بڑے شوق سے پڑھی ہیں، نونہالوں کے شوق اور تقاضوں کے پیش نظر میرزا ادیب کی کہانیوں میں سے ۱۴ بہت دل چسپ کہانیاں **ایک طوفانی رات** میں جمع کر دی گئی ہیں۔

☆ لومڑی نے گھڑی سے کیا فائدہ اُٹھایا ☆ وہ کون سا پھول ہے جو کبھی نہیں کُملاتا۔
☆ طوفانی رات میں کیا ہوا ☆ ہم سفر کون تھا ☆ دادا جان کے ہیرے اور جواہر کہاں تھے

یہ اور اس طرح کی دل چسپ ۱۴ باتصویر کہانیاں

خوب صورت رنگین ٹائٹل — صفحات : ۱۱۶ — قیمت : ۱۲۰ رپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

کتاب کی دنیا

شمس القمر عاکف

کتنی اچھی کتاب کی دنیا
دل میں اُتری کتاب کی دنیا

دوستو! ، کیا سکون ہے اس میں
خواب جیسی کتاب کی دنیا

چین اس کے سوا نہیں پاتا
جس کو بھائی کتاب کی دنیا

نقش سارے ہی خوش نما اس کے
سجی سنوری کتاب کی دنیا

دل کبھی اس سے بھر نہیں سکتا
خوب دیکھی کتاب کی دنیا

پڑھنے والوں کو بخش دیتی ہے
بادشاہی کتاب کی دنیا

کب سے عاکفؔ کے ہاتھ خالی تھے
شکر! پائی کتاب کی دنیا

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

بانی پاکستان

مرسلہ : سمیعہ توقیر، کراچی

یہ ۱۴-اگست ۱۹۴۷ء کی خوب صورت شام تھی۔ گورنر جنرل ہاؤس کے وسیع وعریض چبوترے پر قائداعظم مسکرا مسکرا کر اپنے پرستاروں سے مبارک باد وصول کر رہے تھے۔ ایک غیر ملکی صحافی نے قائداعظم سے کہا: ''آپ کتنے خوش نصیب ہیں۔ آپ نے اپنی قوم کے لیے علاحدہ ملک حاصل کرلیا۔ آپ بانی پاکستان ہیں۔''

قائداعظم نے جواب دیا: ''میں اللہ کا شکرادا کرتا ہوں کہ پاکستان میری زندگی میں بن گیا، لیکن میں پاکستان کا بانی نہیں ہوں۔''

غیر ملکی صحافی نے تعجب سے پوچھا: ''اگر آپ اس ملک کے بانی نہیں تو پھر اس ملک کا بانی کون ہے؟''

قائداعظم نے جواب دیا: ''تمام مسلمان۔''

پریشانی

شاعر : انور مسعود

مرسلہ : مریم نوبہار، سکھر

جو میری پریشانی ہے، اس وقت نہ پوچھو
کیا عرض کروں میں کہ یہ مشکل سی گھڑی ہے
نزدیک کی عینک سے اسے کیسے میں ڈھونڈوں
جو دور کی عینک ہے، کہیں دور پڑی ہے

حسد

مرسلہ : اُسامہ ظفر راجا، چکوال

امام اصمعیؒ بوڑھے ہو چکے تھے، لیکن صحت وتوانائی قابلِ رشک تھی۔ کسی نے پوچھا: ''حضرت! آپ کی عمر کیا ہے؟''

امام اصمعیؒ نے جواب دیا: ''ایک سو بیس سال۔''

اس شخص نے حیرت سے کہا: ''اتنی عمر ہونے کے باوجود آپ کی قابلِ رشک صحت وتوانائی کا راز کیا ہے؟''

امام اصمعیؒ نے جواب دیا: ''اس کا راز یہ ہے کہ میں نے زندگی میں کبھی حسد نہیں کیا۔''

احمق کون؟

مرسلہ : ریان طارق، نارتھ کراچی

انسان زیادہ احمق ہوتے ہیں یا گھوڑے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر دوڑ میں پانچ گھوڑے حصہ لے رہے ہوں تو انھیں دیکھنے کے لیے ہزاروں انسان جمع ہو جاتے ہیں، لیکن اگر کسی دوڑ میں بیس انسان حصہ لے رہے ہوں تو انھیں دیکھنے کے لیے ایک گھوڑا بھی نہیں آتا۔

شاعراور سوئیٹر

مرسلہ : منیر نواز، ناظم آباد

پنڈت ہری چنداختر بڑے مشہور شاعر اور اچھے انسان تھے۔ ایک دفعہ دہلی میں انڈو پاکستان مشاعرہ منعقد ہوا۔ جنوری کا مہینا تھا۔ پنڈت جی اسٹیج پر ایک طرف بیٹھے مشاعرے کا لطف لے رہے تھے۔ سننے والوں کے بیٹھنے کا انتظام کچھ اس طرح سے تھا کہ سب سے آگے عورتیں بیٹھی تھیں۔ سبھی کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ ضرورت تھی یا فیشن، بہرحال تقریباً سبھی عورتیں سوئیٹر بُن رہی تھیں۔

جو کوئی شاعر اچھا شعر پڑھتا تو واہ وا، سبحان اللہ کی آوازیں آتیں اور شاعر کو جی بھر کر داد ملتی۔ عورتوں کی طرف سے داد اس طرح ملتی تھی کہ ان کی بُنائی تیز ہو جاتی اور اُنگلیاں مزید تیزی سے چلنے لگتی تھیں۔

پنڈت جی سب کچھ بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ان کا نام پکارا گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر مائیک کے سامنے کھڑے ہوئے اپنے خاص انداز میں کہنے لگے:

''میں اپنی غزل پڑھنے سے پہلے شاعر حضرات کو ایک خوش خبری سنانا چاہتا ہوں۔ اگر ان کے اشعار اسی طرح پسند کیے جاتے رہے اور انھیں داد ملتی رہی تو مشاعرہ ختم ہونے تک ہر ایک شاعر کو ایک

ایک سوئیٹر ضرور مل جائے گا۔"

حاضرین میں زور دار قہقہے گونجے اور عورتوں کی بُنائی ایک دم رک گئی۔

معاف کیجیے گا

مرسلہ : تحریم خان، نارتھ کراچی

مشہور انگریز ادیب چارلس ڈکنز پیرس (فرانس) کے ایک تھیٹر میں ڈراما دیکھنے گیا تو کسی جیب کترے نے جیب سے اس کی گھڑی نکال لی۔ ڈکنز کو بہت دکھ ہوا، کیوں کہ یہ گھڑی انگلینڈ کی ملکہ وکٹوریہ نے اسے تحفے میں دی تھی۔

جب وہ ہوٹل واپس آیا تو کلرک نے اسے ایک لفافہ دیا، جس میں اس کی گھڑی تھی اور ساتھ ایک رقعہ بھی تھا، جس پر لکھا تھا: "میں ایک انگریز جیب کترا ہوں۔ کسی کام کے سلسلے میں پیرس آیا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ آپ فرانسیسی ہیں، اس لیے میں نے آپ کی گھڑی چُرا لی، لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ آپ میرے ہم وطن ہیں تو مجھے بہت افسوس ہوا۔ مہربانی فرما کر مجھے معاف کر دیجیے گا، میں آپ کی گھڑی واپس کر رہا ہوں۔"

اصل جیت

مرسلہ : مہک اکرم، لیاقت آباد

ایک دن دو مرغے کوڑے میں پڑی خوراک کی ملکیت پر لڑ رہے تھے۔ آخر ایک مرغا جیت گیا اور دوسرا ہار گیا۔ ہارنے والا ڈر کے مارے ایک جگہ چھپ گیا اور کافی دیر تک چھپا رہا۔ جیتنے والا مرغا جیت کی خوشی میں اونچی جگہ کھڑا ہو کر پَر مار کر زور زور سے سب کو بتانے لگا کہ میں جیت گیا، میں جیت گیا۔

اتنے میں ایک عقاب جو شکار کی تلاش میں اِدھر آ نکلا تھا، اس نے دیکھتے ہی مرغے کو اُٹھا لیا اور لے گیا۔ یہ دیکھ کر وہ دوسرا مرغا باہر نکلا اور ہارنے کی رُسوائی بھول کر سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ اصل جیت تو میری ہوئی ہے۔ اب یہ ساری خوراک میری ہے۔

دریچے

مرسلہ : زینب ناصر، فیصل آباد

بہت دیر تک ساحل پر اِدھر اُدھر گھومنے کے بعد جب ایک بچہ اپنے ماں باپ کے پاس پہنچا تو باپ نے کہا: "اتنی دیر سے کہاں تھے! اب تمھیں بھوک بھی لگی ہوگی، چلو کسی ہوٹل میں کھانا کھالیں۔"

بچے نے جواب دیا: "ابو! مجھے تو بالکل بھوک نہیں ہے۔ میں چار پیکٹ بسکٹ اور دو آئس کریم کھا چکا ہوں۔"

باپ نے پوچھا: "مگر تمھارے پاس پیسے کہاں سے آئے؟"

بچے نے جواب دیا: "اِدھر اُدھر روتا ہوا گھوم رہا تھا، جیسے میں کھو گیا ہوں۔ لوگوں نے خود ہی کھلا دیا۔"

منافع

تحریر : ابنِ انشا

مرسلہ : مدیحہ رمضان بھٹہ، اوتھل

ایک آدمی جنگل میں گدھوں پر مال لادے چلا جا رہا تھا کہ ڈاکوؤں کا کھٹکا ہوا۔ اس نے گدھوں کو پکارا: "خطرہ، خطرہ۔ بھاگو، بھاگو، ڈاکو آ رہے ہیں۔"

گدھوں نے کہا: "تم بھاگو، ہم کیوں بھاگیں، ہمیں تو بوجھ ڈھونا ہے، تمھارا بوجھ ہو یا کسی اور کا ہو۔"

اگر مال کے منافع میں سے کچھ حصہ گدھوں کا ہوتا تو وہ ہرگز ایسی بات نہ کہتے۔

سقراط نے کہا

مرسلہ: کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری ٹاؤن

☆ ایک سچے آدمی اور ایک معصوم بچے میں کوئی فرق نہیں۔

☆ ناکامی کے دامن میں کام یابی کے پھول ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ہم کانٹوں میں نہ اُلجھ جائیں۔

☆ عقل مند وہ ہے، جو یہ جانتا ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔

☆ زندگی اہم نہیں، بلکہ زندگی کو اچھے طریقے سے گزارنا اہم ہے۔

☆ اچھی بات جو بھی کہے، اسے غور سے سنو۔

☆☆☆

ہاتھی نامہ

تمثیلہ زاہد

جنگل میں رہنے والے موجودہ جانوروں میں ہاتھی کو اللہ تعالیٰ نے بے حد طاقتور بنایا اور بہت سی خصوصیات سے نوازا ہے۔ ہاتھی کو ناک کے بجائے سونڈ عطا کی، جس کے ذریعے ہاتھی بہت وزنی چیزیں اُٹھا سکتا ہے۔ ہاتھی اپنی سونڈ کے ذریعے سے درختوں کے بڑے بڑے تنے اُٹھا لیتا ہے۔

ہاتھی میں سونگھنے کی حس بہت تیز ہوتی ہے۔ ہاتھی دوسرے جانوروں کی بُو میلوں دور سے سونگھ لیتا ہے۔ ہاتھی کو اگر دشمن سے خطرہ محسوس ہو تو وہ اپنی سونڈ کو بالکل سیدھا کر کے اپنے ریوڑ کے دوسرے ساتھیوں کو بھی مطلع کرتا ہے۔ ہاتھی کے کان بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں، جو مکھی، مچھر کو بھگانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ہاتھی کی آنکھیں چھوٹی، مگر نظر انتہائی تیز ہوتی ہے۔ ایک ہاتھی کی زندگی عام طور پر قریباً ۷۰ سال تک ہوتی ہے۔

مغلیہ دور میں ہاتھیوں کی بڑی اہمیت تھی۔ ہندستان کے حکمراں ہاتھیوں پر سفر کرنا اپنی شان سمجھتے تھے۔ ان کی جنگوں میں بھی اگلے دستے کے طور پر ہاتھیوں سے کام لیا جاتا، یعنی ان پر سوار ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا تھا۔ ہاتھی اپنے بھاری بھرکم جسم کے ذریعے سے دشمنوں کو پیروں تلے روند ڈالتے۔ ہاتھی کی جلد بھی موٹی ہوتی ہے۔ اس پر عام ہتھیار اثر نہیں کرتا، اس لیے ہاتھی زخمی کم ہوتا ہے۔

ہاتھی زیادہ تعداد میں افریقا میں پائے جاتے ہیں۔ کینیا کو ہاتھیوں کی سرزمین

کہا جاتا ہے۔ برما کے لوگوں میں ہاتھی پالنے کا رواج عام ہے۔ ہاتھیوں کو گھریلو کاموں کی خاص تربیت دی جاتی ہے۔ ہاتھی سدھانا بے حد آسان ہے، کیوں کہ یہ ایک سمجھ دار جانور ہے۔ برما میں ہاتھی کے ذریعے سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے۔

ہاتھی زیادہ تر سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔ کہیں کہیں بھورے رنگ کے ہاتھی بھی پائے جاتے ہیں، لیکن ایسے ہاتھیوں کی تعداد اب بہت کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا بے دردی سے شکار کیا جا رہا ہے۔

ہاتھی کے دانت بے حد قیمتی ہوتے ہیں، جن سے مختلف زیورات، چاقو اور چھریوں کے دستے بنائے جاتے ہیں۔ ہاتھی کی ہڈیوں سے بھی قیمتی اور دیدہ زیب چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔

ہاتھی گوشت خور جانور نہیں ہے۔ یہ گھاس پھونس اور درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کر لیتا ہے، البتہ گنّا ہاتھی کی مرغوب غذا ہے۔

انسان کے تھوڑے سے لالچ کی وجہ سے ہاتھیوں کی کئی نسلیں آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ چڑیا گھروں میں خوش ہو کر دیکھے جانے والے اس جانور کی حفاظت بے حد ضروری ہے۔ ☆

نونہال مصور

تفشالہ ملک، کراچی

طوبیٰ فاطمہ، ملیر توسیعی کالونی

محمد اُسامہ، کراچی

اُسامہ ظفر راجا، راولپنڈی

سمیعہ وسیم، سکھر

مریم نایاب، نوشہرہ

محمد زہیر بہادر ذوالفقار، کراچی

تصویر خانہ

ذوہان وحید، لانڈھی

ایمان شہزادی، کراچی

محمد احمد غزنوی، دیرلوئر

طلحہٰ بن عابد، کراچی

عبدالرافع، گلشن اقبال

سیدہ ایمان فاطمہ نقوی، لاہور کینٹ

محمد شہیر سلیمان، شورکوٹ

محمد عمر سلیمان، شورکوٹ

بلاعنوان انعامی کہانی

ایک تجارتی قافلہ اپنے ملک سے کسی دور دراز ملک میں تجارت کی غرض سے جا رہا تھا۔ قافلے میں ایک غریب بیوہ عورت کا دس سال کا لڑکا نوروز بھی شریک تھا۔ ایک جگہ قافلے نے پڑاؤ کیا۔ قافلے کے سب ہی لوگ کھانے کی تیاری میں لگ گئے۔ ہر کسی نے کوئی نہ کوئی کام اپنے ذمے لے لیا۔ نوروز سے کہا گیا کہ تم قریبی بستی سے معلوم کر کے آؤ کہ کیا ہمیں پانی مل سکتا ہے۔ نوروز کافی دور ایک بستی میں پہنچ گیا۔ بستی والوں نے پانی دینے کی ہامی بھر لی۔ نوروز جب واپس قافلے کی طرف آ رہا تھا تو وہ راستہ بھٹک گیا۔ قافلے والوں کو تلاش کرتے کرتے بہت وقت گزر گیا۔ کافی تلاش کے بعد جب نوروز

قافلے کے قیام کی جگہ پہنچا تو یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ قافلے والے وہاں سے اگلی منزل کی طرف جا چکے تھے۔

وہ بہت پریشان ہوا، مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ وہ واپس اسی بستی میں آ گیا۔ وہاں نوروز کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی، جو دیکھنے میں بہت دولت مند لگ رہا تھا۔ اس نے نفیس اور عمدہ لباس پہن رکھا تھا۔ اس آدمی نے اجنبی لڑکے کو خود ہی مخاطب کیا: ''لڑکے! تمھارا کیا نام ہے؟ تم ہماری بستی میں اجنبی معلوم ہوتے ہو، کہاں سے آئے ہو؟''

نوروز نے ادب سے جواب دیا: ''محترم! آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں ایک دور دراز کے علاقے سے پہلی بار سفر کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوں۔ میری بیوہ ماں نے تھوڑا سا سامان دے کر تجارت کی غرض سے ایک قافلے کے ساتھ کسی دوسرے ملک روانہ

کیا تھا۔ کل شام ہمارے قافلے نے آپ کی بستی سے کافی دور ایک جگہ قیام کیا اور مجھے پانی کی تلاش میں بھیجا۔ میں آپ کی بستی کی طرف نکل آیا اور واپسی پر راستہ بھٹک گیا۔ تلاش کے بعد جب میں قافلے کے پڑاؤ کی جگہ پہنچا تو قافلے والے مجھے بھول کر اگلی منزل کو روانہ ہو چکے تھے۔ اب میں دوبارہ آپ کی بستی میں آ گیا ہوں۔''

''ہوں تو تم پردیسی ہو، آؤ میرے ساتھ میرے گھر چلو۔'' امیر شخص نے نوروز کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ نوروز تو کسی سہارے اور ٹھکانے کی تلاش میں ہی اس بستی کی طرف آیا تھا۔ سو وہ اس آدمی کے ساتھ اس کے گھر چلا آیا۔ امیر آدمی جس کا نام جابر تھا اور یہاں کے بادشاہ کے دربار میں اس کا آنا جانا تھا۔ جابر نے نوروز کے ملک کے متعلق جاننے کی کوشش کی، مگر ناکام رہا۔ نوروز نہایت محنتی اور فرماں بردار بچہ تھا۔

ایک دن جابر بادشاہ کے دربار میں گیا تو نوروز کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ نوروز بہت ادب کے ساتھ ایک طرف خاموشی سے بیٹھ گیا۔ بادشاہ ایک باادب اور سنجیدہ اجنبی بچے کو دیکھ کر پوچھے بغیر نہ رہ سکا: ''جابر! یہ اجنبی بچہ کون ہے؟''

جابر نے نوروز کی تمام کہانی بادشاہ کے روبرو بیان کر دی اور بتایا کہ بہت ہی فرمانبردار اور نیک بچہ ہے۔

بادشاہ نے فوراً جابر سے نوروز کو مانگ لیا۔ جابر نے فوراً نوروز کو بادشاہ کے حوالے کر دیا۔ بادشاہ نے نوروز کو اپنے خاص خدمت گاروں میں شامل کرتے ہوئے اپنی ملکہ کی خدمت کے لیے محل کے اندر بھجوا دیا۔ نوروز بھی یہاں آ کر بہت خوش تھا۔ اس نے دن رات بادشاہ اور ملکہ کی خدمت کر کے ان کے دل جیت لیے۔ ملکہ اسے اپنے

بچوں کی طرح چاہنے لگی تھی۔ ملکہ اپنی خوب صورتی، علم و دانش اور نرم دلی کی وجہ سے بادشاہ کی چہیتی ملکہ تھی۔ بادشاہ سلطنت کے بہت سے کاموں میں ملکہ سے مشورہ بھی کرتا تھا۔ وہ اکثر علمی و ادبی مسائل پر بھی بات کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بادشاہ اور ملکہ باتیں کر رہے تھے کہ ایک خادمہ نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ کسی دور دراز ملک سے ایک مسافر تاجر آیا ہے، جو بہت جلدی میں ہے اور اسے بادشاہ سے بہت ضروری کام ہے۔ بادشاہ چوں کہ نہایت رحم دل اور کسی بھی ضرورت مند کی فوراً فریاد سننے والا تھا۔ بادشاہ نے فوراً اس تاجر کو بلوالیا۔ مسافر نے التجا بھرے انداز میں اپنے آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا: ''بادشاہ سلامت! میں پڑوسی ملک سے آیا ہوں۔ بہت عرصے کی تلاش کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرا بھانجا نوروز آپ کے سایۂ شفقت میں رہ رہا ہے۔ میری بہن یعنی نوروز کی ماں اس کی جدائی میں سخت بیمار ہے۔ وہ مرنے سے پہلے اپنے بیٹے کو دیکھنا اور ملنا چاہتی ہے، تاکہ سکون کی موت مر سکے۔ میں آپ سے مؤدبانہ التماس کرتا ہوں کہ نوروز کو میرے ساتھ روانہ کر دیجیے۔''

بادشاہ نے مسافر کی بات سن کر فوراً نوروز کو بلا بھیجا۔ نوروز نے فوراً اپنے ماموں کو پہچان لیا، مگر مسافر اسے نہ پہچان سکا، کیوں کہ جب نوروز ان سے بچھڑا تھا تو دس سال کا بچہ تھا۔ جب کہ وقت گزرنے کے ساتھ صحت مند نوجوان بن چکا تھا۔ مسافر یہ جان کر بہت ہی خوش ہوا کہ اس سے لپٹ جانے والا نوجوان اس کا بھانجا نوروز ہی ہے۔

بادشاہ اور ملکہ نے بہت ساری دعاؤں کے ساتھ نوروز کو اس کے ماموں کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ رخصت ہوتے وقت ملکہ نے بہت سا قیمتی سامان

نوروز کو دیا، مگر اس سامان میں ملکہ نے بطور خاص ایک بڑا سا تربوز دیتے ہوئے نوروز کو ہدایت کی کہ یہ تربوز راستے میں ہرگز نہ کھانا۔ یہ تمھاری والدہ کے لیے ہے۔

نوروز کو جہاں اپنی ماں سے ملنے کی بہت خوشی تھی، وہیں والدین جیسے بادشاہ اور ملکہ سے جدا ہوتے ہوئے بھی بہت دکھ ہو رہا تھا۔ چلتے چلتے ملکہ نے نوروز کو یہ نصیحت بھی کی کہ اپنی ماں کا علاج کسی اچھے حکیم سے کروانا اور ان کی زندگی میں اب کبھی ان سے دور نہ ہونا۔ نوروز بھیگی آنکھوں کے ساتھ بادشاہ اور ملکہ سے رخصت ہوا۔

ماموں سے نوروز کو معلوم ہوا کہ بہت دنوں کا سفر ہے۔ وہ دونوں جگہ جگہ پڑاؤ کرتے ہوئے منزل بہ منزل اپنے وطن کی طرف بڑھتے رہے۔ ایک جگہ پڑاؤ کے دوران نوروز کو محسوس ہوا کہ بال کافی بڑھ چکے ہیں۔ نوروز نے بستی کے حجام سے اپنے بال کٹوائے۔ حجام نے نوروز کے سامان میں بڑا سا تربوز دیکھ کر پوچھا: ''میاں! یہ کیا چیز ہے؟''

نوروز نے اسے بتایا: ''یہ پھل ہے۔ اندر سے سرخ اور نہایت مزے دار۔ کیا تمھارے علاقے میں یہ پھل نہیں ہوتا؟''

حجام نے کہا: ''نہیں، کیا تم بال کاٹنے کی اُجرت میں یہ پھل مجھے دے سکتے ہو؟''

نوروز نے کچھ دیر سوچا، ماموں سے کہا: ''تربوز تو ہمارے ملک میں بھی مل جاتا ہے تو پھر ہم خوامخواہ اتنا وزنی تربوز اُٹھائے اُٹھائے گھوم رہے ہیں۔ اگر ہم یہ تربوز اس حجام کو دے دیں تو ہمارے سامان کا وزن کم ہو سکتا ہے۔''

ماموں کے رضا مند ہونے کے بعد نوروز نے وہ تربوز حجام کو دے دیا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

کئی دنوں کی مسافت کے بعد جب نوروز اپنے ماموں کے ہمراہ اپنی ماں کے پاس پہنچا تو برسوں سے ترسی مامتا نے سینے سے لگا کر نوروز کو بے تحاشا پیار کیا۔ نوروز بھی ماں سے مل کر بہت ہی خوش تھا۔ اسی دن سے ایک اچھے حکیم سے اپنی ماں کا علاج کرانا شروع کر دیا۔ برسوں پہلے بیٹے سے بچھڑی ماں بیٹے کو پا کر اور مناسب علاج کی وجہ سے تن درست ہو گئی۔

اِدھر حجام شام کو جب اپنے گھر گیا تو نوروز کا دیا ہوا تربوز دیکھ کر بچوں نے پوچھا: ''یہ کیا چیز ہے؟''

حجام نے بتایا: ''یہ ایک پھل ہے۔ اس کا نام تربوز ہے۔ اندر سے سرخ ہوگا۔ چھری لاؤ، اسے کاٹ کر اس کا ذائقہ چکھتے ہیں۔''

حجام نے جب تربوز کو کاٹنے کے لیے اس پر چھری چلائی تو وہ کٹ نہ سکا۔ حجام نے جب غور سے دیکھا تو درمیان میں ایک لکیر نظر آئی۔ حجام نے ہتھوڑی سے اس پر ضرب لگائی تو وہ درمیان سے کھل گیا۔ جس تھال میں تربوز رکھا تھا وہ تربوز کھلتے ہی ہیرے جواہرات سے بھر گیا۔ حجام اور اس کے بیوی بچے حیرت سے ہیرے جواہرات کو دیکھ رہے تھے۔ حجام کو یاد آیا کہ نوجوان مسافر نے بتایا تھا کہ اس نے کئی سال بادشاہ کی خدمت میں گزارے ہیں اور اب اپنی والدہ کے پاس اپنے ملک جا رہا ہے۔ مسافر کی منزل تو حجام کو معلوم نہ ہو سکی، مگر مسافر کی امانت بادشاہ کے دربار تک پہنچائی جا سکتی تھی۔ اس نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا۔ بیوی بولی: ''اللہ نے تمھاری غیبی مدد کی ہے۔ تم یہ سب بادشاہ کو دے کر اللہ کی غیبی مدد کو ٹھکرا رہے ہو۔ یہ ہیرے جواہرات یقیناً بادشاہ نے مسافر کو

بتائے بغیر پھل کی صورت میں دیے ہوں گے۔ مسافر اگر جانتا کہ اس کے اندر ہیرے جواہرات ہیں تو وہ تمھیں یہ پھل کبھی نہ دیتا۔''

حجام نے کہا: ''تم ٹھیک کہہ رہی ہو، مگر میرا دل کہتا ہے کہ مسافر کی امانت بادشاہ تک پہنچا دوں۔''

کئی روز کی مسافت طے کر کے جب حجام بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو دربار میں ملکہ عالیہ بھی موجود تھیں۔ جب ملکہ اور بادشاہ نے حجام کی پوری بات سنی تو حجام کی ایمانداری پر بادشاہ نے خوش ہو کر اسے بہت سا انعام دیا اور کہا: ''یہ انعام تمھیں تمھاری ایمان داری کے صلے میں ہے۔ اس کے علاوہ تربوز والے سب ہیرے جواہرات بھی تمھارے ہیں۔''

حجام وہ تمام انعام و اکرام اور تربوز سے نکلنے والے ہیرے جواہرات لے کر اور سب سے بڑھ کر ایمانداری کا تمغا لے کر خوشی خوشی اپنے گھر لوٹ آیا۔ ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۱۰۱ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸-اپریل ۲۰۱۶ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

بیت بازی

یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
شاعر: علامہ اقبال   پسند: عزیر خالد، دھگیر

آنکھیں بھی ہیں، رستہ بھی، چراغوں کی ضیا بھی
سب کچھ ہے ، مگر کچھ بھی سجھائی نہیں دیتا
شاعر: انور مسعود   پسند: عندلیب ناز، لیاری

زیست ہمسائے سے مانگا ہوا زیور تو نہیں
ایک دھڑکا سا لگا رہتا ہے کھوجانے کا
شاعر: محسن بھوپالی   پسند: ارسلان عمر، محمود آباد

کارناموں پہ کرو غور تو نفرت ہوجائے
شکل اس شخص کی دیکھو تو فرشتوں جیسی
شاعر: مولانا کوثر نیازی   پسند: خرم احمد، نارتھ کراچی

سچ ، گھٹے یا بڑھے تو سچ نہ رہے
جھوٹ کی کوئی انتہا ہی نہیں
شاعر: کرشن بہاری نور   پسند: اُمیمہ طارق، کراچی

میرا قاتل ، مرا اپنا کردار ہے
کس کو الزام دوں خودکشی کے لیے
شاعر: عزیز بگھرادی   پسند: امیر احمد، حیدرآباد

اردو کے چند الفاظ ہیں جب سے زبان پر
تہذیب مہرباں ہے مرے خاندان پر
شاعر: اشوک ساحل   پسند: رانا فاروق، جعفر آباد

شام کو جس وقت خالی ہاتھ گھر جاتا ہوں میں
مسکرا دیتے ہیں بچے اور مر جاتا ہوں میں
شاعر: راجیش ریڈی   پسند: محمد منیر نواز، ناظم آباد

ان کو خوشیاں ملیں اور مجھ کو ملے رنج و الم
میرے حصے میں بہت قیمتی مال آیا ہے
شاعر: شاہ نواز سواتی   پسند: سعید قریشی، اسلام آباد

ابھی کچھ اور کڑی دھوپ میں چلنا ہوگا
ربط اتنا نہ بڑھا سایۂ دیوار کے ساتھ
شاعر: شیخ محمد اکرم   پسند: سفیان انصاری، کوئٹہ

ہے تو واعظ خدا پرست ، مگر
لب پہ ذکرِ بتاں زیادہ ہے
شاعر: رحمان خاور   پسند: قیوم قادری، پاک کالونی

غیر سے مانگنا فطرت میں نہیں ہے شامل
میرے اپنے ، مرے حالات کو تبدیل کریں
شاعر: انور جمال انور   پسند: وجیہ عباس، لاہور

ان کو سمجھانا تو اب ممکن نہیں
جو سمجھتے ہی نہیں ہیں پیار سے
شاعر: جمیل اختر نادم   پسند: ماہ نور اشعر، دھگیر

تم جھوٹ کی برسات کیا کرتے ہو ، لیکن
رکھو گے زمانے سے کہاں سچ کو چھپا کر
شاعر: منور علی انصاری   پسند: حمزہ الطاف، ملتان

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

عبدالجبار رومی انصاری، لاہور
نعیم اللہ، بڈالی
ارسلان اللہ خان، حیدرآباد
غزل وقار، ایبٹ آباد
سیدہ مبین فاطمہ عابدی، جہلم
لائبہ عرفان، کراچی
شیرونیا ثنا، حیدرآباد

حمدِ باری تعالیٰ

مرسلہ : عبدالجبار رومی انصاری، لاہور

کروں میں بیاں کیا حمد و ثنا تیری
خالق ہے تُو ، بلند و بالا ہے ذات تیری
دیکھیں جہاں ہم سو رنگ تیرا ہی گہرا
آسمان و زمیں پر ہے صرف تیرا ہی پہرا
تُو ہی ہے سب کو پالنے والا
تیرے ہی نام سے ہو تاریکی میں اُجالا
قہار بھی تُو جبار بھی تُو ہے
غفور بھی تُو ہے رحیم بھی تُو ہے
تیری ہیبت سے دل ڈر جائے ہمارا
رحم کی طلب سے ملے ہم کو سہارا
کیا راز ہے تیرا یہ کوئی نہ جانے
تُو ہے تُو ہی ہے یہ ہر کوئی جانے

نعتِ رسولِ مقبولؐ

مرسلہ : ارسلان اللہ خان، حیدرآباد

اُن کے در پر ہو ہماری حاضری
اے خدایا جلد آئے وہ گھڑی
بادشاہوں کے لرز جاتے ہیں دل
میرے آقاؐ کی ہے ایسی سادگی
خاک پر سوئے ہیں محبوب خدا
اللہ اللہ مصطفیٰ کی عاجزی
اُن کے سینے میں ہے اللہ کا کلام
یہ نہیں ہرگز بشر کی شاعری
ارسلاں جو ہیں غلامانِ نبیؐ
اُن سے سیکھو تم مزاجِ بندگی

علم کی روشنی

سیدہ مبین فاطمہ عابدی، جہلم

رات کی ہلکی ہلکی سیاہی چارسُو چھانے لگی تھی، جب سہیل احمد مزدوری سے تھکا ہارا اپنے چھوٹے سے گھر میں داخل ہوا۔ آٹھ سالہ فواد کا چہرہ باپ کو دیکھ کر خوشی سے کِھل اُٹھا۔ وہ جلدی سے بولا: ''پاپا! میری ٹافی۔'' اس نے اپنے ننھے ننھے ہاتھ آگے پھیلا دیے تو سہیل احمد نے جیب سے دو ٹافیاں نکال کر اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں پر رکھ دیں۔ ٹافیاں دیکھ کر فواد کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو گیا۔

''پاپا! میری ٹافی۔'' فواد کے ہاتھوں میں ٹافیاں دیکھیں تو چار سالہ اقصیٰ نے بھی توتلی زبان سے فرمائش کی تو سہیل احمد نے دو ٹافیاں چھوٹی کرن کے ہاتھ پر بھی رکھ دیں۔

تھوڑی دیر کے بعد اقصیٰ کی امی نے کہا کہ ہاتھ منھ دھولیں میں نے کھانا لگا دیا ہے۔ سہیل احمد آہستہ سے اُٹھا، ہاتھ منھ دھویا اور کھانا کھانے لگا۔

''کیا ہوا خیر تو ہے آج آپ کچھ چُپ چُپ سے ہیں؟'' ناہید نے پوچھا۔

''کچھ نہیں بس سوچتا ہوں کہ محنت مزدوری کر کے اللہ کا شکر ہے کہ ہم عزت سے دو وقت کی روٹی کھا رہے ہیں بس دل میں ایک خواہش سی ہوتی ہے کہ فواد اور اقصیٰ شہر کے کسی اچھے اور بڑے اسکول میں تعلیم حاصل کریں، لیکن غربت اجازت ہی نہیں دیتی ہے۔''

سہیل احمد کی بیوی نے کہا: ''آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں کہ فواد اور اقصیٰ شہر کے بڑے اور مشہور اسکولوں میں پڑھیں گے تب ہی کچھ بنیں گے۔ آپ کی یہ سوچ غلط ہے۔ اصل تربیت تو گھر سے ہوتی ہے۔ آپ دن رات محنت مزدوری کر کے حلال روزی کماتے ہیں۔ حلال روزی کمانے والا تو اللہ کا سچا دوست ہے۔''

وہ جانتی تھی کہ اس کا شوہر کافی دنوں سے شہر کے ایک بہت بڑے اسکول کی نئی شاخ کی تعمیر ہونے والی عمارت میں مزدوری کر رہا تھا اور جب وہ واپس گھر

لوٹتا تو یوں ہی احساسِ محرومی میں گھرا رہتا تھا۔ وہ تو اللہ کا خاص کرم تھا کہ ناہید پڑھی لکھی اور صابر عورت تھی وہ اپنے علاقے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھا کر اس کا ساتھ دے رہی تھی اور ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی پڑھائی پر خاص توجہ دیتی تھی۔ اگرچہ فواد کے اسکول کی پڑھائی کچھ خاص نہ تھی، لیکن ماں کی غیر معمولی توجہ اور محنت سے وہ ہر سال اپنی جماعت میں اول آتا تھا۔

وقت دھیرے دھیرے اپنی رفتار سے گزر رہا تھا۔ آخر ناہید کی دن رات کی محنت رنگ لائی اور فواد نے انٹر کے امتحانات میں اول پوزیشن حاصل کی، جس کی بنیاد پر اس نے اپنی مزید تعلیم کے لیے یونی ورسٹی میں داخلہ لے لیا، جہاں قابلیت کی بنیاد پر اسے وظیفہ بھی ملنے لگا۔ فواد نے دل لگا کر انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کی تو سہیل احمد کی آنکھوں میں وہی چمک تھی جو کبھی ٹافیاں دیکھ کر فواد کی آنکھوں میں آ جایا کرتی تھی۔

ادھر اقصیٰ بھی کام یابی سے تعلیمی مراحل طے کر رہی تھی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ اقصیٰ کچھ وقت نکال کر ناہید کے ساتھ چھوٹے بچوں کو ٹیوشن پڑھا دیا کرتی تھی۔

ٹیوشن کی بچت سے ناہید نے ایک کمرا اوپر کی منزل پر بنوا لیا تھا، جس میں اب اقصیٰ اور ناہید کے علاوہ فواد بھی میٹرک اور انٹر کے طلبہ و طالبات کو ٹیوشن پڑھا دیا کرتا تھا۔ سہیل احمد صاحب نے گھر کے باہر ایک بورڈ لگوا دیا تھا، جس پر لکھا تھا ''علم و عمل کوچنگ سینٹر'' اس طرح آہستہ آہستہ گھر کے حالات بدلنے لگے تھے۔ فواد کو ایک اچھے ادارے میں ملازمت مل گئی تھی اور وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا جا رہا تھا۔

''علم و عمل کوچنگ سینٹر'' نے اب علم و عمل اسکول کی حیثیت اختیار کر لی۔ مزدوری کرنے والے ہاتھوں نے جب اسکول کا سنگِ بنیاد رکھا تو اسے محنت کی عظمت کا احساس ہوا۔ آج علم کی روشنی نے اس کی زندگی میں اُجالا پیدا کر دیا۔ ایک نئی صبح اس کے انتظار میں تھی۔

کوّا اور چڑیا

نعیم اللہ، ہڈالی

پرانے وقتوں کی بات ہے کہ کوّا اور چڑیا دونوں ایک ہی جگہ رہتے اور کھانا بھی ساتھ ساتھ کھاتے تھے۔ چڑیا بہت محنتی تھی، جب کہ کوا کام چور تھا۔ گندم کی بوائی کا موسم آیا۔ صبح کے وقت چڑیا نے کوّے سے کہا: ''چلو کوّے بھیا! گندم بونے چلیں۔''

کوّے نے کہا: ''چڑیا بی! تم چلو میں ابھی آتا ہوں، تمھارے لیے کھانا لاتا ہوں۔ تم بھی کھانا میں بھی کھاؤں گا۔'' چڑیا چلی گئی دوپہر کا وقت ہوا تو کوّے کو بھوک لگی کوّے نے کھانا کھایا، مگر چڑیا کو کھانا دینے نہیں گیا اور سو گیا۔ چڑیا بی سارا دن بھوکی کام کرتی رہی جب شام کو گھر گئی تو کوّے سے کہا: ''تم کھانا لے کر نہیں آئے؟''

کوّے نے جھوٹا بہانا بنایا: ''میرا دوست ملنے آ گیا تھا اور پھر مجھے یاد نہیں رہا۔''

چڑیا نے کہا: ''کوئی بات نہیں اور کھانا کھا کر سو گئی۔''

صبح پھر چڑیا نے کہا کہ چلو گندم بونے چلتے ہیں۔ کوّے نے اس مرتبہ پھر وہی کہا: ''چڑیا بی! تم چلو میں ابھی آتا ہوں تمھارے لیے کھانا لاتا ہوں تم بھی کھانا، میں بھی کھاؤں گا۔''

چڑیا چلی گئی۔ آج پھر کوا کھانا دینے نہیں گیا، کیوں کہ وہ بہت زیادہ کام چور ہو گیا تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ چڑیا بی روزانہ گندم بونے جاتی رہی گندم کی بوائی مکمل ہو گئی۔ رفتہ رفتہ گندم اُگ گئی اور پھر گندم کی کٹائی کا وقت آ گیا۔ چڑیا بی نے کوّے بھیا سے کہا: ''کوّے بھیا! گندم کی کٹائی کرنے چلتے ہیں۔''

کوّے نے کہا: ''چڑیا بی! تم چلو میں ابھی آتا ہوں تمھارے لیے کھانا لاتا ہوں تم بھی

کھانا، میں بھی کھاؤں گا۔'' چڑیا بی چلی گئیں۔

کوّا حسبِ عادت کھانا لے کر نہیں گیا۔

رات کے وقت جب چڑیا آئی تو کوّے نے کہہ دیا کہ یاد نہیں رہا۔ چڑیا ہر روز گندم کاٹنے جاتی اور ادھر کوّے کی موج بنی ہوئی تھی۔ مزے سے کھانا کھاتا اور سو جاتا۔

ایک دن چڑیا نے کوّے سے کہا: ''کوّے بھیا! چلو آج گندم مکمل کاٹ لی ہے اب ہم اپنا اپنا حصہ بانٹ لیں۔''

کوّا خوش ہو گیا اور چڑیا بی کے ساتھ ہو لیا۔ کھیت میں چڑیا بی نے گندم کی ڈھیری علاحدہ اور گھاس پھونس کی ڈھیری علاحدہ کر رکھی تھی۔

کوّے نے کہا: ''گندم والی ڈھیری میری ہے اور گھاس والی تمھاری۔''

چڑیا حیران رہ گئی کہ سارا کام تو میں نے کیا ہے اور یہ ساری گندم خود لینا چاہتا ہے۔ چڑیا پھر بھی بڑے دل کی مالک تھی۔ اس نے کوّے سے کہا: ''تم مجھے گندم میں سے کچھ حصہ دے دو میری گزر بسر ہو جائے گی۔''

کوّے نے جب یہ الفاظ سنے تو غصے میں آ گیا اور بولا: ''تمھیں گندم میں سے ایک دانہ بھی نہیں ملے گا اور ہاں اگر اب تم نے گندم لینے کے لیے ضد کی تو میں تمھیں گھاس بھی نہیں دوں گا۔''

چڑیا حیران ہو گئی۔ چڑیا چوں کہ صابر و شاکر تھی اس نے گھاس کا شان دار اور مضبوط گھر بنا لیا۔ ادھر کوّے نے سستی اور کاہلی میں وقت برباد کر دیا اور گھر بھی نہیں بنایا۔ رات کو درخت پر سو جاتا۔ وقت گزرتا گیا برسات کا موسم آ گیا۔ ایک دن کالی گھٹائیں چھا گئیں اور بارش شروع ہو گئی۔ بارش مسلسل پانچ دن جاری رہی، جس کی وجہ سے کوّا بھیگ گیا اور مر گیا۔ جب بارش رُکی تو چڑیا نے دیکھا کہ کوّا مرا پڑا ہے۔ چڑیا نے دل میں کہا واقعی لالچ بُری بلا ہے

کوے نے دانوں کا لالچ کیا اور ہلاک ہوگیا۔ اب چڑیا کو دانے اور گھاس دونوں مل گئے، کیوں کہ یہ سب اس کی ہی محنت تھی۔

سنہری مچھلی

غزل وقار، ایبٹ آباد

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی ملک میں بہت ہی صاف شفاف دریا بہتا تھا، جس کے آس پاس خوب صورت، سرسبز درخت اور رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ اس دریا کا پانی نہ صرف صاف شفاف تھا، بلکہ وہ خوب صورت رنگ برنگی مچھلیوں سے بھی بھرا ہوا تھا۔ اس ملک کے لوگ ہر روز اس دریا میں مچھلی کا شکار کرتے اور اپنی گزر بسر کرتے تھے۔

ایک دن اس ملک کے بادشاہ کا دریا کی سیر کرنے کو دل چاہا۔ اس نے اپنے وزیروں سے کہا کہ وہ دریا میں مچھلی کا شکار کرنا چاہتا ہے، کیوں کہ کافی عرصہ ہوا میں محل سے باہر نہیں نکلا۔ بادشاہ شکار کے لیے دریا کی طرف روانہ ہوا۔ سارے دن کی محنت کے باوجود ایک بھی مچھلی اس کے ہاتھ نہ آئی۔ بادشاہ کو اپنی ناکامی پر سخت غصہ آیا، کیوں کہ وہ خود کو مچھلیوں کا بڑا اچھا شکاری سمجھتا تھا۔ اس نے وزیر کو حکم دیا کہ مچھلیوں کی تعداد دریا میں بالکل ختم ہوگئی ہے، لہٰذا شکار پر پابندی لگا دی جائے اور جو شخص مچھلی کا شکار کرتا ہوا پکڑا جائے اسے جیل میں ڈال دیا جائے۔ اور پابندی لگا دی گئی۔

اسی ملک میں خیرو نام کا مچھیرا رہتا تھا۔ جو اپنے علاقے کا ماہر شکاری تھا۔ اس کی گزر بسر کا دارومدار مچھلی کے شکار پہ تھا۔ پابندی لگنے سے وہ اور اس کا خاندان بھوکوں مرنے لگا۔ ایک دن بھوک سے تنگ آ کر اس کی بیوی نے کہا: ''آج ہر حال میں شکار کے لیے جاؤ اور بچوں کے کھانے کے لیے کچھ لاؤ۔''

خیرو بیوی کے کہنے پر مجبوراً چھپتا چھپاتا دریا پر پہنچا۔ بادشاہ کے سپاہی دریا کی نگرانی

کر رہے تھے۔ خیرو ایک درخت کے پیچھے چھپ کر مچھلیاں پکڑنے لگا۔ سارا دن انتظار کرنے کے بعد شام کو ایک سنہری مچھلی اس کے جال میں پھنسی۔ مچھلی نے انسانی آواز میں کہا: ''اے رحم دل شکاری! مجھ پر رحم کرو مجھے چھوڑ دو۔''

خیرو کو ایک طرف بچوں کی بھوک کا خیال تھا اور دوسری طرف معصوم ننھی سی مچھلی کا۔ اس نے ترس کھا کر مچھلی کو دوبارہ دریا میں پھینک دیا۔ وہ مچھلی دراصل ایک پری تھی جس کو ایک ظالم جن نے جادو کر کے دریا میں مچھلی بنا کر پھینک دیا تھا۔ جیسے ہی وہ دریا میں واپس گئی ایک پری کے روپ میں باہر نکلی اور خیرو سے کہنے لگی: ''تم ایک رحم دل انسان ہو۔ میں انعام میں تمھیں دس پتھر دوں گی۔ ہر دفعہ دریا میں پتھر پھینکنے پر میں تمھاری ایک خواہش پوری کروں گی۔ دس پتھر ختم ہونے پر میں تمھاری کوئی مدد نہ کر سکوں گی۔''

خیرو خوشی خوشی گھر آیا اور اپنے بچوں کو خوش خبری سنائی۔ بچوں نے کہا: ''بابا! جائیں اور پہلا پتھر پھینک کر ہمارے لیے ڈھیروں کھانے لائیں۔ کھانے میں سب چیزیں پلاؤ، مرغ، قورمہ، مٹر بریانی ہونے چاہییں۔''

خیرو دریا پر گیا اور پہلا پتھر پھینکا۔ پری حاضر ہوگئی اور فرمائش کے مطابق ڈھیروں کھانے لے آئی۔ بچوں نے خوب پیٹ بھر کر اپنی پسند کے کھانے کھائے۔ دوسری دفعہ میں خیرو کی خواہش پر خوب صورت گھر بھی بنا کر دے دیا۔ خیرو اب تک آٹھ پتھر استعمال کر چکا تھا۔

اب کی بار جب خیرو دریا پر گیا تو بادشاہ کے سپاہی اسے پکڑ کر بادشاہ کے سامنے لے گئے۔ بادشاہ کو سخت غصہ آیا۔ بادشاہ نے حکم دیا فوراً اسے قید کر دو۔ جس دن سے بادشاہ نے خیرو کو جیل میں بند کرنے کا حکم دیا خدا کا کرنا ایسا ہوا بادشاہ بیمار پڑ گیا۔ ہر طرح کا علاج کروایا گیا، لیکن بادشاہ کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی۔

بادشاہ نے وزیر سے پوچھا: ''میں کیا کروں؟''
وزیر بولا: '' بادشاہ سلامت! خیرو ایک شریف اور رحم دل انسان ہے۔ جس دن سے آپ نے اسے قید کرنے کا حکم دیا ہے، آپ بیمار ہو گئے ہیں۔ اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو یقیناً آپ ٹھیک ہو سکتے ہیں۔''

یہ بات خیرو تک پہنچائی گئی۔ خیرو نے کہا: ''اگر مجھے چھوڑ دیا جائے تو میں بادشاہ سلامت کا علاج کر سکتا ہوں۔''

بادشاہ فوراً مان گیا۔ خیرو نے کہا: ''کیوں کہ آپ کا علاج آسان کام نہیں، اس لیے میں آپ کی حکومت میں کوئی بڑا عہدہ لوں گا۔''

بادشاہ نے کہا: ''ٹھیک ہے۔''

خیرو کے پاس دسواں پتھر باقی تھا۔ اس نے پتھر پھینکا اور بادشاہ کے علاج کی فرمائش کی۔ پری ایک چمچے میں بادشاہ کے لیے دوا ڈال کے لائی تھی۔ بادشاہ اسے پینے کے بعد صحت یاب ہو گیا۔

اس طرح خیرو کی جان بھی بچ گئی اور اسے وزیرِ خوراک بنا دیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ دریا پر سے شکار کی پابندی بھی ہٹا دی گئی۔

ماں کی نصیحت

لائبہ عرفان، کراچی

نبیل اور طلحہٰ آپس میں بھائی تھے۔ دونوں ہی بہت پیارے تھے۔ طلحہٰ بڑا تھا، جب کہ نبیل چھوٹا۔ دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے اور روزانہ پیدل اسکول جاتے۔ ان کی ذہانت پورے اسکول میں مشہور تھی۔ اسی وجہ سے دونوں جماعت میں اول آتے۔

ایک روز دونوں اسکول جا رہے تھے کہ طلحہٰ کو اسکول کے دروازے کے نزدیک ایک خوب صورت کھلونا کار دکھائی دی۔ طلحہٰ نے اسے اُٹھانا چاہا۔ طلحہٰ کو کھلونا کار اُٹھاتے دیکھ کر نبیل نے فوراً کہا: ''رک جائیں طلحہٰ بھائی! آپ کو یاد نہیں امی جان نے زمین پر پڑی لاوارث چیزوں کو ہاتھ

لگانے اور اُٹھانے سے منع کیا ہے۔''

طلحہٰ کو اپنی امی کی نصیحت یاد آ گئی۔

دونوں بھائی تیز قدم اُٹھاتے ہوئے اسکول پہنچے۔ نبیل نے ہیڈ ماسٹر صاحب کو تفصیل بتائی۔ ہیڈ ماسٹر نے فوراً پولیس کو اطلاع دی۔ تھوڑی دیر میں پولیس آ گئی۔ ہیڈ ماسٹر کے شک کے مطابق پولیس کے افسر نے بتایا کہ اس کھلونا کار میں بم چھپایا گیا ہے، جو کہ نہایت خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ پولیس نے بم کو ناکارہ بنا دیا۔

گھر پہنچنے پر جب نبیل اور طلحہٰ نے اس کھلونا کار بم کے بارے میں بتایا تو امی نے نبیل کو شاباش دی کہ اس نے ان کی نصیحت یاد رکھی اور طلحہٰ کو بھی نہ ہاتھ لگانے پر شاباش دی۔

سالانہ تقریبِ تقسیمِ انعامات کے موقع پر پروگرام کے مہمانِ خصوصی کی طرف سے نبیل کو اس کے کارنامے پر انعام سے نوازا گیا۔ نبیل کی سمجھ داری نے اسکول کو ایک بڑے حادثے سے بچا لیا۔

پوسٹر

شیرو نیاشا، حیدر آباد

''احمد! کیا کر رہے ہو؟'' احمد کے ابو اندر داخل ہوتے ہوئے بولے۔

''کچھ نہیں! بس آخری مضمون کا کام کر رہا تھا۔'' احمد نے کام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''اچھا! لاؤ میں کرا دوں۔'' ابو پیار سے بولے۔

''اچھا!'' احمد نے کہا اور کتابیں اُٹھا کر ابو کے پاس آ گیا۔

''ارے یہ کیا؟ تم اسلامیات اور اردو کی کتاب زمین پر رکھ کر کام کر رہے تھے۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ان کتابوں میں اللہ، رسولؐ، صحابہ کرامؓ اور انبیاء کرام کے نام لکھے ہوتے ہیں۔ ان میں قرآنی آیات اور احادیث بھی لکھی ہوتی ہیں۔ تم اب چوتھی جماعت میں پڑھتے ہو۔ ان باتوں کا علم تو ہونا چاہیے۔ صرف اردو اور

اسلامیات کی ہی کتابوں پر نہیں، بلکہ اکثر کتابوں کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوتی ہے۔ اس طرح ان کی بے ادبی ہوتی ہے۔ آیندہ احتیاط کرنا۔''

''اچھا ابو! میں آیندہ اس کا خیال رکھوں گا۔'' احمد نے معصومانہ انداز میں کہا۔

محمد احمد کے والد کا بہت بڑا پرنٹنگ پریس تھا۔ وہ مختلف قسم کے پوسٹر بھی چھاپتے تھے۔ اگلے دن احمد نے اپنی استانی کو اپنے والد کی باتیں بتائیں۔

''بالکل درست بیٹا! اکثر لوگ اس بات کو معمولی سمجھتے ہیں، مگر یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ شاباش بیٹے! آپ کے والد نے آپ کو واقعی بہت اچھی بات بتائی ہے۔'' استانی صاحبہ نے پیار سے کہا۔

کچھ دنوں بعد اسکول میں گرمیوں کی چھٹیاں ہوئیں۔ ایک دن احمد نے ابو کے ساتھ پریس جانے کی خواہش کی۔ جب وہ پریس پہنچے تو احمد کے ابو جلدی جلدی ملازموں کو حکم دے رہے تھے۔ احمد دیکھ رہا تھا کہ مشین میں کاغذ ڈالے جا رہے ہیں اور دوسری طرف سے چھپ کر نکل رہے ہیں۔ اس نے دیکھا کہ بہت سارے پوسٹر فرش پر بکھرے پڑے ہیں، جن پر نبی کریم کا نام لکھا ہے۔ اس کے دماغ میں کئی سوال پیدا ہوئے۔ گھر آ کر اس نے اپنے والد کو یہ بات بتائی۔ اس کے والد نے کہا: ''بیٹا! کام ہو رہا تھا، اس لیے بے خیالی میں ایسا ہو جاتا ہے۔''

احمد نے پوچھا: ''ابو! کیا کام کرتے وقت اس اس بات کا خیال نہیں رکھنا چاہیے؟''

اس کے والد لاجواب ہو گئے۔ انھوں نے کہا: ''بیٹا! ایسا نہیں۔ اصول تو ایک ہی ہوتا ہے، مگر ہم جلد بازی میں ان چیزوں کا خیال نہیں رکھ پاتے جب کہ رکھنا چاہیے۔ یہ کہہ کر انھوں نے احمد کو گلے لگا لیا۔

احمد نے ایک اہم بات کی طرف توجہ دلا کر انھیں مقدس اوراق کی بے حرمتی سے بچا لیا۔

کیا آپ بھی محمد احمد سے متفق ہیں؟ اور مقدس اوراق کی حرمت کا خیال کرتے ہیں۔

☆☆☆

آؤ حضورِ اکرم ﷺ سے محبت کریں

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی

رپورٹ
حیات محمد بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں شریک صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن، محترم نعیم اکرم قریشی اور نونہال مقررین

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی معروف مذہبی اسکالر محترم پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن تھے۔ رکنِ شوریٰ ہمدرد، معروف اسکالر اقبالیات، محترم نعیم اکرم قریشی نے بھی شرکت کی۔ اس بار موضوع تھا:

''آؤ حضورِ اکرم ﷺ سے محبت کریں''

نونہال عائشہ اسلم نے اسپیکر کے فرائض انجام دیے۔ نونہال مدیحہ شاہ نے محفلِ نعت میں نظامت کی ذمے داری نباہی۔ نونہال محمد عمر نے تلاوت قرآن مجید و ترجمہ، نونہال عمر جاوید نے حمدِ باری تعالیٰ اور نونہال ماہم مظہر نے نعتِ رسولؐ پیش کی۔ نونہال مقررین میں عثمان خان، رطابہ ساجد، رافع نعیم، مناہل شہزاد اور عروج کیانی شامل تھیں۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے اپنے پیغام میں کہا کہ ویسے تو ہر مسلمان حضورِ اکرمؐ سے محبت کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتا ہے، لیکن ہم میں سے ایک بڑی اکثریت کا 'عمل' اس دعوے سے مطابقت نہیں رکھتا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا زبانی دعوا کافی نہیں، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ کے حبیب کی ہدایات کے مطابق اپنی زندگی کو

ڈھال کر عشقِ رسولؐ کا عملی ثبوت دیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ہمیں سچی محبت ہے تو ہم آپؐ کے ارشادات کے خلاف کسی راستے پر ہرگز نہیں چل سکتے۔ حضورؐ نے جو کچھ فرمایا اس پر خود عمل فرما کے ہمارے لیے فلاح و بہبود کے تمام راستے روشن فرما دیے ہیں۔

مہمانِ خصوصی محترم پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن نے کہا کہ نبی کریمؐ کی حیاتِ طیبہ اور عملی نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ ہم سب پر لازم ہے کہ ہم اپنے قول و فعل سے نبی کریمؐ سے سچی محبت کا ثبوت دیں۔ صرف زبانی دعوے سے محبت ثابت نہیں ہوتی ہے، بلکہ زبانی دعوا تو محبت سے مذاق بن جاتا ہے، اگر ہم اپنے فعل سے اس کی تصدیق نہ کریں۔

اس موقع پر نونہالوں نے قصیدہ بردہ شریف اور صلوٰۃ و سلام بحضور سرورِ کونینؐ پیش کیا۔ ایک نونہال طالبِ علم کی رسمِ بسم اللہ اور ایک نونہال طالبہ کی رسمِ آمین بھی مہمانِ خصوصی جناب صاحبزادہ ساجد الرحمٰن کے ہاتھوں ادا ہوئی۔

ہمدردِ نونہال اسمبلی لاہور .... رپورٹ : سید علی بخاری

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں نونہال سیرت کانفرنس منعقد کی گئی۔ صدر اسلامی علوم گریژن یونی ورسٹی لاہور و معروف دینی اسکالر محترم پروفیسر ڈاکٹر سعید احمد سعیدی بطورِ مہمانِ خصوصی شریک ہوئے۔ جب کہ ماہرِ تعلیم، کالم نگار روزنامہ نوائے وقت لاہور، پروفیسر خالد محمود ہاشمی، پروجیکٹ ڈائریکٹر چلڈرن لائبریری کمپلیکس، محترم محمد رضوان شریف، صدارتی ایوارڈ برائے حسنِ کارکردگی، ڈائریکٹر خدیجۃ الکبریٰ اسلامک سینٹر لاہور، محترمہ قاریہ حافظہ روبینہ، معروف ثناء خوانِ مصطفیٰؐ پاکستان ٹیلے ویژن کارپوریشن لاہور، محترمہ بیگم عذرا شکیل اور ثناء خواںؐ و سابق نعت خواں بزمِ ہمدرد نونہال محترمہ اقراٗ بلال بنتِ سید نے مہمانانِ گرامی کی حیثیت سے شرکت کی۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے اپنے خصوصی پیغام میں کہا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں فرماتے ہیں: ''جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت

ہمدرد نونہال سیرت کانفرنس لاہور میں پروفیسر خالد محمود ہاشمی اور پروفیسر سعید احمد سعیدی صاحب اسٹیج پر تشریف فرما ہیں۔

کی۔'' ثابت ہوا کہ اطاعتِ رسولؐ اطاعتِ الٰہی کا دوسرا نام ہے اور حُبِ رسولؐ، حُبِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

نونہال مقررین میں عمیر علی، محمد علی، محمد مزمل، عمر احمد اور حذیفہ احمد شامل تھے۔ کانفرنس کی نظامت کے فرائض فصیح اللہ نے انجام دیے۔ محفلِ نعت برائے طالبات کی نظامت نوریا بابر نے کی۔ اس موقع پر محفلِ نعتِ رسولِ مقبولؐ کا بھی اہتمام کیا گیا۔

مختلف اسکولوں کے منتخب شدہ ثناء خواں نونہالوں نے شرکت کی، جن میں فاطمہ آصف، عرفہ یعقوب، ایمان حسیب، ثمینہ نور، خنساء کاشف، ایلاف احمد، ربیعہ لطیف، قرۃ العین، مناہل احمد، عاصمہ شہزادی اور ہانیہ شہزاد شامل تھے۔

اس بابرکت موقع پر چند نونہالوں کی رسمِ بسم اللہ کی تقریب بھی منعقد کی گئی۔ محترمہ قاریہ حافظہ روبینہ نے یہ باسعادت ذمے داری نبا ہی۔ درود وسلام اور دعائیہ کلمات پر یہ کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی۔ ☆

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

ڈرانگ شروع کرتے وقت جو شکل بنانی ہے، پہلے اس کا بنیادی خاکہ ذہن میں ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر بطخ کی شکل بنانے کے لیے سب سے پہلے دیکھیے شکل نمبر ایک۔ اس میں صرف منھ اور گردن کی حد بندی کی گئی ہے۔ تصویر نمبر ۲ میں بطخ کی چونچ، آنکھ، گردن بنا کر پَروں کی حد واضح کر دی گئی ہے۔ تیسری تصویر میں پَروں کی شکل مکمل کر کے باقی جسم بھی بنا دیا گیا ہے۔ اسی طرح مشق کریں۔ ڈرائنگ مکمل کر کے اپنی پسند کے رنگ بھر لیں۔ ☆

مسکراتی لکیریں
جیلر: ''تمھیں جیل میں کوئی شکایت تو نہیں ہے؟''

قیدی: ''جیلر صاحب! ایک شکایت ہے، باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔''

(لطیفہ : حرا سعید شاہ، جوہر آباد)

وہ خوفناک رات

جاوید اقبال

مجھے وقت پر گاؤں پہنچنے کی جلدی تھی، اس لیے میں دوپہر کو ہی گھر سے نکل گیا تھا۔ میرا اندازہ یہی تھا کہ شام سے پہلے پہلے اپنے گاؤں پہنچ جاؤں گا، مگر ایک ویران جگہ بس خراب ہوگئی۔ پہلے تو ڈرائیور اور اس کا مددگار خود ہی بس میں ہونے والی خرابی کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے رہے، مگر جب ان سے خرابی دور نہ ہوئی تو ڈرائیور نے اپنے مددگار کو کسی مکینک کو بلانے قریبی قصبے کی طرف بھیجا۔ مکینک کے آنے کے بعد بس کے

ٹھیک ہوتے ہوتے شام ہو گئی۔ جب میں اپنی منزل پہ بس سے اُترا تو رات کا اندھیرا گہرا ہو گیا تھا۔

گاؤں تک پہنچنے کے لیے مجھے ایک کچے راستے پر چلنا تھا۔ اس راستے پر ابھی مجھے تین کلومیٹر پیدل سفر کرنا تھا۔ میں بڑی سڑک سے اُتر کے گاؤں جانے والے اس راستے پر چل دیا۔ اس وقت آسمان پہ چاند تھا نہ اس کی چاندنی۔ ستاروں کی ٹمٹماتی روشنی نے ماحول کو خوف ناک اور پُر اسرار بنا دیا تھا۔

رات کے سناٹے میں اکیلے سفر کا یہ میرا پہلا اتفاق تھا۔ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور اس خاموشی میں مجھے اپنے دل کی دھڑکن صاف سنائی دے رہی تھی۔ ابھی میں تھوڑا سا راستہ ہی طے کر سکا تھا کہ اچانک ایک اُلو نے میرے سر کے عین اوپر زور سے چیخ ماری اور پَر پھڑپھڑاتا ہوا ایک درخت سے اُڑ کر دوسرے درخت پر جا بیٹھا۔ رات کے سناٹے میں اُلو کی خوف ناک آواز سے میں بُری طرح ڈر گیا اور خوف زدہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اسی وقت جھاڑیوں میں سرسراہٹ سی ہوئی میں نے چونک کر دیکھا۔ اونچی اونچی جھاڑیوں کے پیچھے کوئی کھڑا تھا۔

میں ڈر کر پیچھے ہٹا تو کسی چیز سے ٹکرا گیا۔ ڈر کے مارے میرے منھ سے چیخ نکل گئی۔ مڑ کے دیکھا تو درخت تھا۔ میں بدحواسی میں درخت سے ٹکرا گیا تھا۔ پھر اس درخت کے پیچھے بھی مجھے ایک ہیولا سا نظر آیا۔ میں پیچھے ہٹا تو وہ میری طرف بڑھا۔ میں ڈر کے بھاگا اور بھاگتا ہی چلا گیا۔ میں اندھا دُھند بھاگ رہا تھا، مگر اچانک ٹھٹک کر رک گیا۔ ایک لمبا تڑنگا بھوت میرا راستہ روکے کھڑا تھا۔ میں ڈر کر پیچھے ہٹا تو جھاڑیوں میں سے کسی

نے مجھے پکڑنے کی کوشش کی۔ میں چیختا ہوا وہاں سے بھاگا۔ عجیب سرسراہٹیں میرا پیچھا کر رہی تھیں۔

بھاگتے بھاگتے میری نظر اس چڑیل پر پڑگئی جو بال کھولے درخت سے اُلٹی لٹکی ہوئی تھی۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح لگ رہی تھیں۔ وہ مجھ پر جھپٹی تو میں چیختا ہوا بھاگا اور سڑک سے کھیتوں میں اُتر گیا۔ میں فصلوں اور جھاڑیوں کو پھلانگتا ہوا بھاگا چلا جارہا تھا کہ اچانک میرے قدموں تلے سے زمین نکل گئی اور میں منہ کے بل ایک جوہڑ میں گر پڑا۔ کیچڑ سے بھرے اس جوہڑ سے بڑی مشکل سے باہر نکلا۔ کیچڑ اور مٹی کے لیپ سے اب میں خود بھوت لگ رہا تھا۔ سردی سے میری کپکپی چھوٹ گئی تھی۔ اس ڈر سے کہ وہ بلائیں پھر مجھ تک نہ آ پہنچیں، میں پھر بھاگنے لگا۔

میں ایک لمبا چکر کاٹ کے گاؤں کے قریب پہنچا تو یہاں بھی ایک مصیبت میری تاک میں تھی۔ گاؤں کے کتے مجھے بھوت سمجھ کر میرے پیچھے پڑ گئے۔ اس نئی مصیبت سے ڈر کے میں بھاگا تو گھر کا راستہ بھول گیا۔ بڑی مشکل سے گھر ملا تو کتے بھی میرے تعاقب میں وہاں آپہنچے۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹ ڈالا۔

''کون ہے؟'' اندر سے آواز آئی۔

''جلدی دروازہ کھولو۔'' میں نے چلّا کر کہا۔ میرے چچازاد بھائی نے دروازہ کھولا، مگر میری صورت دیکھ کر گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ میں جلدی سے اندر داخل ہوگیا، کیوں کہ کتے بُری طرح بھونکتے ہوئے مجھ پر جھپٹ رہے تھے۔

''کون ہو تم؟'' میرے چچازاد بھائی نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اتنے میں

گھر کے دوسرے لوگ بھی اُٹھ کر وہاں آگئے۔ وہ بھی مجھے دیکھ کر ڈر گئے، مگر جب میں نے اپنا نام بتایا تو بڑی مشکل سے انھوں نے مجھے پہچانا۔ چچا جان نے پوچھا: ''یہ کیا ہوا؟''

''کچھ بلائیں میرے پیچھے لگ گئی تھیں۔'' میں نے بتایا۔

''کیا......'' سب حیرت سے میرا منہ تکنے لگے۔ میں نے تفصیل سے بتایا تو چچا جان ہنس پڑے اور بولے: ''وہ بلائیں ولائیں کچھ نہیں تھیں۔ تم اپنے تصورات سے ڈر گئے تھے۔ تم نے اندھیرے میں درختوں اور جھاڑیوں کو بھوت اور چڑیلیں سمجھ لیا تھا، البتہ اُلّو اصلی تھا۔''

جب میرے اوسان ذرا بحال ہوئے تو میں نے سوچا چچا جان ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ میرے تصورات ہی تھے، جو اندھیرے میں بھوتوں اور چڑیلوں کا روپ دھار گئے تھے، کیوں کہ میں ہر وقت بھوتوں اور چڑیلوں کی کہانیاں پڑھتا رہتا تھا۔ انھی خیالی بھوتوں اور چڑیلوں نے آج مجھے سچ مچ ڈرا دیا تھا۔

''اُف خدایا! تو یہ سب میرے تصور کا کرشمہ تھا۔'' میں نے سر تھام کر کہا۔ ☆

تحریر بھیجنے والے نونہال یاد رکھیں

☆ اپنی کہانی یا مضمون صاف صاف لکھیں اور اس کے پہلے صفحے پر اپنا نام اور اپنے شہر یا گاؤں کا نام بھی صاف لکھیں۔ تحریر کے آخر میں اپنا نام پورا پتا اور فون نمبر بھی لکھیں۔ تحریر کے ہر صفحے پر نمبر بھی ضرور لکھا کریں۔

☆ بہت سے نونہال معلومات افزا اور بلاعنوان کہانی کے کوپن ایک ہی صفحے پر چپکا دیتے ہیں۔ اس طرح ان کا ایک کوپن ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ معلومات افزا کے صرف جوابات لکھا کریں۔ پورے سوالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ☆

انعامی سلسلہ ۲۴۴

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسبِ معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-اپریل ۲۰۱۶ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارۂ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورہ .... ہے۔ (سورۂ رحمٰن ۔ سورۂ البقرہ ۔ سورۂ کہف)

۲۔ بیت المقدس .... ہجری میں حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں فتح ہوا۔ (۱۳ھ ۔ ۱۶ھ ۔ ۱۹ھ)

۳۔ مشہور صوفی شاعر .... کو شاعرِ ہفت زباں بھی کہا جاتا ہے۔ (شاہ لطیف بھٹائیؒ ۔ سچل سرمستؒ ۔ وارث شاہؒ)

۴۔ عظیم مسلمان طبیب .... کو شیخ الرئیس کہا جاتا ہے۔ (بوعلی سینا ۔ ابن الہیثم ۔ ابن البیطار)

۵۔ برصغیر میں تانبے کا سکہ سب سے پہلے .... نے جاری کیا تھا۔ (غیاث الدین تغلق ۔ محمد تغلق ۔ فیروز شاہ)

۶۔ مغل بادشاہ شاہ جہاں کا اصل نام .... تھا۔ (سلیم الدین ۔ شہاب الدین ۔ بدر الدین)

۷۔ لودھی خاندان کا پہلا بادشاہ .... تھا۔ (ابراہیم لودھی ۔ سکندر لودھی ۔ بہلول لودھی)

۸۔ پاکستان کا ایک تاریخی مقام ہڑپہ ضلع .... میں ہے۔ (ساہیوال ۔ خیر پور ۔ پنجگور)

۹۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے پہلے گورنر .... تھے۔ (محبوب رشید ۔ عبدالقادر ۔ زاہد حسین)

۱۰۔ پاکستان کے خلائی تحقیق کے ادارے کا نام .... ہے۔ (کیپ ۔ سپارکو ۔ ایپٹما)

۱۱۔ .... کے مجموعۂ کلام کا نام "الف" ہے۔ (جمیل الدین عالی ۔ رئیس امروہوی ۔ ابن انشا)

۱۲۔ شیخ محمد بن راشد المکتوم .... کے موجودہ حکمراں ہیں۔ (دبئی ۔ شارجہ ۔ ابوظہبی)

۱۳۔ مردار خور (مردے کا گوشت کھانے والا) پرندہ .... ہے۔ (چیل ۔ عقاب ۔ گدھ)

۱۴۔ سفید رنگ کا جھنڈا .... کی علامت ہے۔ (ترقی ۔ جنگ ۔ امن)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: "دل کو دل سے .... ہوتی ہے۔" (تسکین ۔ تسلی ۔ راہ)

۱۶۔ علامہ اقبال کی نظم جوابِ شکوہ کے اس شعر کو مکمل کیجیے:

فرقہ بندی ہے کہیں، اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں .... کی یہی باتیں ہیں؟

(رہنے ۔ جینے ۔ پنپنے)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۴۴ (اپریل ۲۰۱۶ء)

نام : ____________________

پتا : ____________________

____

____

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-اپریل ۲۰۱۶ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (اپریل ۲۰۱۶ء)

عنوان : ____________________

نام : ____________________

پتا : ____________________

____

____

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-اپریل ۲۰۱۶ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

دنیا کے مشہور و مقبول ادیبوں پر مختصر معلوماتی کتابیں

حسن ذکی کاظمی کے قلم سے

ولیم شیکسپیر انگریزی ادب کا عظیم ڈراما نگار، جس کے ڈرامے ساری دنیا میں پڑھے اور دیکھے جاتے ہیں۔

شیکسپیر کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل — صفحات : ۲۴ — قیمت : ۲۵ روپے

سیموئل ٹیلر کولرج انگریزی کا عظیم شاعر جس نے خود علم سیکھا اور شعر و ادب میں اپنا مقام بنایا۔

کولرج کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل — صفحات : ۲۴ — قیمت : ۳۵ روپے

ولیم ورڈزورتھ عظیم شاعر جس نے انگریزی شاعری کو ایک نیا رخ دیا، سانیٹ بھی لکھے اور مضامین بھی۔

ولیم ورڈزورتھ کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل — صفحات : ۲۴ — قیمت : ۳۵ روپے

برونٹے سسٹرز تین برونٹے بہنوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے سے عورتوں کے حقوق اور آزادی کے لیے آواز بلند کی۔ یہ ایک دل چسپ، معلوماتی کہانی اس کتاب میں پڑھیے۔

برونٹے بہنوں کی خوب صورت تصویر کے ساتھ رنگین ٹائٹل — صفحات : ۲۴ — قیمت : ۴۵ روپے

چارلس ڈکنز عظیم ناول نگار جسے کتابیں پڑھنے کے شوق نے دنیا کے نامور ادیب کا اعلا مقام عطا کیا۔

ٹائٹل پر ڈکنز کی خوب صورت تصویر — صفحات : ۲۴ — قیمت : ۴۵ روپے

ٹامس ہارڈی انگریزی کا پہلا ناول نگار جس نے گاؤں کی روزمرہ زندگی کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔

ہارڈی کی تصویر سے سجا ٹائٹل — صفحات : ۲۴ — قیمت : ۴۵ روپے

رڈیارڈ کپلنگ انگریزی ادب کا عظیم کہانی نویس، نظم نگار، ناول نگار اور پہلا انگریز ادیب جسے ادب کا نوبیل انعام ملا۔

کپلنگ کی تصویر کے ساتھ رنگین ٹائٹل — صفحات : ۲۴ — قیمت : ۴۵ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی ۔ ۷۴۶۰۰

شکار کی ترکیب

معراج

ایک بار کا ذکر ہے کہ بھیڑیے اور لومڑ کی راستے میں ملاقات ہوئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کی مزاج پرسی کی۔ لومڑ بولا: ''کہو دوست! تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ آج کل ڈائٹنگ کر رہے ہو یا پھر بیمار ہو؟ تم تو سوکھ کر بالکل ڈھانچا بن کر رہ گئے ہو۔''

بھیڑیا بولا: ''بھائی! کیا کہوں! آج کل بہت بُرے دن گزر رہے ہیں۔ شکار ہاتھ ہی نہیں لگتا، فاقے کر کر کے یہ حالت ہو گئی ہے کہ پیٹ بالکل کمر سے لگ گیا ہے۔''

یہ کہہ کر بھیڑیے نے قمیص کا دامن اُٹھا کر دکھایا۔

لومڑ کو بھی بھیڑیے کا پتلا حال دیکھ کر افسوس ہوا۔ وہ بولا: ''چچ چچ...... مجھے تمھارا حال دیکھ کر بہت دکھ ہوا، لیکن بھائی! میرے جنگل میں تو ہر طرف شکار بکھرا ہوا ہے۔ ایک ذرا سا ہاتھ پاؤں مارنے کی دیر ہے، شکار حاضر۔''

بھیڑیے نے لومڑ کے موٹے چربیلے جسم کو حیرت سے دیکھا۔ وہ بولا: ''بھیا! پتا نہیں تم کیسے شکار مار لیتے ہو۔ اِدھر تو یہ حال ہے کہ بہت کوشش کے باوجود میں ایک مکھی تک نہ مار سکا۔ آج کل ہر کوئی ٹی وی، رسالے، کتابیں دیکھ دیکھ کر بے حد سمجھ دار، چالاک اور ہوشیار ہو گیا ہے۔ بے وقوف سے بے وقوف بطخ بھی دور سے کنی کاٹ کر نکل جاتی ہے۔ ہر کسی نے ہمارے کارنامے پڑھ پڑھ کر سب داؤ پیچ سیکھ لیے ہیں۔''

بھیا بھیڑیے کی باتیں سن کر لومڑ مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ لومڑ بولا:

''ارے بھولے بھائی! تم کہاں کی بات کرتے ہو۔ شکار کرنا کون سا مشکل کام ہے بھیا؟ ذرا کچھ دن میری شاگردی اختیار کرو تو میں تمھیں بھی شکار پھانسنے کے گُر سکھا دوں گا۔''

لومڑ بھیڑیے کو لے کر ایک جھیل کے پاس پہنچا۔ یہاں ایک بطخ پانی میں تیر رہی تھی۔ بھیڑیا تو جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ بھیا لومڑ بطخ کے پاس پہنچا۔

لومڑ نے خوش دلی سے کہا: ''کہو دوست! کیا حال ہے؟ آج کل تو خوب مزے سے دن گزر رہے ہوں گے؟''

بی بطخ نے چشمہ ٹھیک کیا اور بولی: ''کون؟ اچھا بھیا لومڑ! یہ تم ہو، میں نے تمھاری چالاکیوں کے متعلق بہت کچھ سن رکھا ہے، اس لیے تم مجھ سے ذرا دور ہی رہنا۔''

لومڑ ہنس کر بولا: ''واہ بی بطخ! یہ بھی خوب ہی رہی۔ میں تو تمھاری خیریت دریافت کرنے کے لیے آیا تھا اور تم نے الزام دھرنے شروع کر دیے۔''

بی بطخ پَر پھڑ پھڑا کر بولی: ''اے لو! تم سمجھتے ہو کہ میں بالکل ہی کوڑھ مغز ہوں اور تمھاری چالاکیوں سے واقف نہیں ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ بھیڑیا جھاڑیوں میں کس خوشی میں چھپا ہوا ہے؟''

لومڑ قہقہہ مار کر ہنسا: ''ارے بھولی بہن! یہی بات تو تمھارے چھوٹے سے دماغ میں نہیں آ سکتی۔ یہ درست ہے کہ بھیڑیا جھاڑیوں میں دُبکا ہوا بیٹھا ہے، مگر یہ تو پوچھو کہ کیوں؟''

بطخ نے حیران ہو کر کہا: ''بھیا! مجھے کیا معلوم کہ بھیڑیا وہاں کیوں چھپا بیٹھا ہے۔''

لومڑ مسکرا کر بولا: ''ارے وہ بے چارا تو اب منھ چھپائے چھپائے پھرتا ہے۔ پچھلے دنوں ٹی وی نے بھیڑیے کی شرارتوں اور مکاریوں کی پوری فلم دکھا ڈالی اور ایک رسالے نے اس کی کہانیاں چھاپ دیں جس سے بچہ بچہ اس کی کمینی حرکتوں سے واقف ہو چکا ہے۔ اب دیکھو کہ وہ کمبخت منھ چھپائے پھرتا ہے۔ اب وہ گھاس پھونس کھا کر گزارا کرتا ہے اور راتیں جاگ جاگ کر گزارتا ہے۔ ڈاکٹر بندر میاں نے کہا تھا......'' یہ کہہ کر لومڑ خاموش ہو گیا۔

بی بطخ نے حیران ہو کر پوچھا: ''ڈاکٹر بندر نے کیا کہا تھا؟''

لومڑ چاپلوسی سے بولا: ''ڈاکٹر نے کہا تھا کہ تم رات کو اس لیے نہیں سو سکتے کہ تمھارا تکیہ بہت سخت ہے۔ نرم تکیہ تو صرف بطخ کے پَروں کا بنتا ہے۔''

بی بطخ نے اپنے پَروں کو فخر سے دیکھا، وہ بولی: ''ہاں یہ بات ٹھیک ہے کہ میرے پَر بے حد نرم اور ملائم ہوتے ہیں۔''

لومڑ نے کہا: ''یہی تو بھیا بھیڑیے سے کہتا ہوں، لیکن یہ بات اس کی کھوپڑی میں نہیں آ سکی۔ وہ کہتا ہے کہ بطخ کے پَروں سے ایک طرح کی بدبو آتی ہے، کیوں کہ وہ نہاتے وقت صابن استعمال نہیں کرتی۔''

بی بطخ جل کر بولی: ''جھوٹا کہیں کا۔ میں ہر روز عمدہ صابن سے نہاتی ہوں اور شیمپو سے اپنے پَر دھوتی ہوں۔ اسی لیے تو پَر صاف، چمکیلے اور سفید ہیں۔''

لومڑ بولا: ''اس بے وقوف کے دماغ میں یہ بات نہیں آ سکتی۔ تم یوں کرو کہ مجھے

دوتین پَر دے دو، تاکہ میں اسے دکھا سکوں۔''

بی بطخ بولی: ''اے لو یہ بھلا کون سی مشکل بات ہے۔ میں تمھیں ابھی دوتین پَر دیے دیتی ہوں۔''

بی بطخ نے اپنی دُم کے پَر اُکھاڑے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ تیرتی ہوئی کنارے کی طرف آئی۔ بی بطخ بولی: ''یہ لو پَر اپنے دوست کو دے دینا۔''

لیکن ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ لومڑ نے بجلی کی تیزی سے چھلانگ ماری اور بی بطخ کی گردن پکڑلی۔ بطخ کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ وہ جان چھڑانے کے لیے پھڑپھڑانے لگی، لیکن لومڑ اسے کہاں چھوڑنے والا تھا۔ اس نے ایک دومنٹ میں اسے اُدھیڑ کر رکھ دیا اور دوتین نوالوں میں اسے سفید چمک دار پَروں سمیت ہڑپ کر گیا۔

لومڑ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا: ''ہاں دوست! ذرا اب کہنا کہ شکار نہیں ملتا۔ جب تم کسی عقل مند سے ملو تو اس سے زیادہ چالاکی اور ہوشیاری سے پیش آؤ۔ چاپلوسی اور خوشامد سے اچھے اچھے لوگوں کو بے وقوف بنایا جا سکتا ہے۔''

بھیڑیا جھاڑیوں سے باہر نکلا۔ اس نے اپنے کوٹ سے گرد جھاڑی اور بولا: ''میرے عقل مند دوست! تم نے جو سبق مجھے سکھایا ہے میں اس پر پوری طرح عمل کروں گا۔'' یہ کہہ کر بھیڑیا وہاں سے چلا گیا۔

اسی شام کا ذکر ہے کہ لومڑ نے بھیا بھیڑیے کو سوکھی ٹہنیاں اور پتے اِکھٹے کرتے دیکھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کا دوست شکار پھانسنے میں کام یاب ہو گیا ہے۔ ☆

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ فروری ٢٠١٦ء کے بارے میں ہیں

● سرورق بہترین لگا۔ مجھے تین لڑکیوں کی کہانی بہت پسند آئی۔ اول نمبر پر بلاعنوان کہانی (غیاث الدین حامد) ہے۔ تین بہترین کہانیوں میں سیدھا راستہ (شیریں حیدر)، کچھوا اور خرگوش (محمد شاہد حفیظ)، سیانا بھلکو (زینب تاجور) شامل ہیں۔ سب سے بہترین نظم ''کچا مکان'' تھی۔ ''دادا اور سلام'' بہترین اور سبق آموز کہانی ہے۔ باقی تمام سلسلے مجھے پسند آئے۔ انکل! لفظ مسالہ اور مصالحہ میں کیا فرق ہے؟ کیا یہ ایک جیسے معنی رکھتے ہیں یا الگ الگ۔ میرہ بتول اللہ بخش سعیدی، حیدرآباد۔

مصالحہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اردو میں ''مسالہ'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

● ماہ فروری کا شمارہ گزشتہ شماروں کی طرح لاجواب تھا۔ کہانیاں مزے دار تھیں۔ جن میں سے تین لڑکیاں (مسعود احمد برکاتی)، آٹوگراف (سمعیہ غفار میمن)، کچھوا اور خرگوش (محمد شاہد حفیظ) بہت لاجواب، زبردست، اچھی اور دل چسپ کہانیاں تھیں۔ اس کے علاوہ بلاعنوان کہانی (غیاث الدین حامد)، سیانا بھلکو (زینب تاجور)، سیدھا راستہ (شیریں حیدر) اور دادا اور سلام (صدف عنبرین) مزے دار کہانیاں تھیں۔ نظمیں بھی دل میں اُتر گئیں۔ جن میں سے گڑیا کی شادی (قمر ہاشمی)، کچا مکان (شاعر لکھنوی) اور دوست (سید سخاوت علی جوہر) بہترین اور مزے دار تھیں۔ آپ کی پہلی بات بھی اچھی رہی۔ جاگو جگاؤ (شہید حکیم محمد سعید) اچھی اور روشن تحریر ہے۔ مضامین میں آپ کا شکریہ اور اخلاق کے کرشمے سب سے اچھے تھے۔ اس مہینے کا خیال بھی سپرہٹ رہا۔ سرورق بھی بہت خوب تھا۔ معلومات افزا سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ سلمان یوسف سمیجہ، علی پور۔

● مضمون ''آپ کا شکریہ'' (مسعود احمد برکاتی) بہت اچھا لگا۔ سب سے اچھی نظم ''کچا مکان'' (شاعر لکھنوی) تھی۔ کہانیوں میں سب سے اچھی کہانی بلاعنوان کہانی (غیاث الدین حامد) تھی۔ سیدھا راستہ (شیریں حیدر) دوسرے نمبر پر، سیانا بھلکو (زینب تاجور) تیسرے نمبر پر اور کچھوا اور خرگوش (محمد شاہد حفیظ) چوتھے نمبر پر تھیں۔ عاصمہ فرمین، کراچی۔

● فروری کا شمارہ بہت ہی اچھا تھا۔ مجھے سرورق بہت پسند آیا۔ کہانیوں میں تین لڑکیاں (مسعود احمد برکاتی)، بلاعنوان کہانی (غیاث الدین حامد)، آٹوگراف (سمعیہ غفار میمن) زبردست کہانیاں تھیں۔ اس کے علاوہ نظموں میں کچا مکان، گڑیا کی شادی اور پھول بہت اچھی تھیں۔ نونہال ادیب میں چار پاگل کہانی بہت ہی مزاحیہ تھی۔ مسکراتی لکیریں، ہنسی گھر اور نونہال مصور بے حد اچھے تھے۔ محمد تیمور علی، کراچی۔

● ہر شمارے کی طرح فروری کا شمارہ بھی زبردست تھا۔ کہانیوں میں تین لڑکیاں (مسعود احمد برکاتی)، سیدھا راستہ (شیریں حیدر)، سیانا بھلکو (زینب تاجور)، آٹوگراف (سمعیہ غفار میمن) اور بلاعنوان کہانی (غیاث الدین حامد) بہترین تھی۔ علم دریچے اور روشن خیالات بھی اچھے لگے۔ ہنسی گھر کچھ خاص نہیں تھا۔ محمد عدنان زاہد، کراچی۔

● ہمدرد نونہال نامی شجر کی جڑیں تو مضبوط ہیں۔ اب اس پر آگے پھل بھی ماحول کو خوش گوار بنا رہے ہیں۔ اس پیڑ کی حفاظت پر آپ دن رات محنت کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ بھی ہم کو مل رہا ہے۔ دعا ہے کہ اس شجر پر بہار ہمیشہ قائم رہے۔ آمین۔ اُسامہ ظفر راجا فصیح، چکوال۔

● تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ کچھوا اور خرگوش (محمد شاہد حفیظ)، سیانا بھلکو (زینب تاجور)، سیدھا راستہ (شیریں حیدر)، آٹوگراف (سمعیہ غفار میمن)، بلاعنوان کہانی (غیاث الدین حامد) بہت زبردست کہانیاں تھیں۔ اشعار، علم دریچے اور نونہال

مصور لاجواب سلسلے ہیں۔ ناہید سلیم، میرپور خاص۔

● فروری کا شمارہ پڑھ کر اچھا لگا۔ ارسلان اللہ خان کی "حمد" اور نظم، دوست (سید سخاوت علی جوہر)، گلوبل وارمنگ (توشیق ایاز)، تین لڑکیاں (مسعود احمد برکاتی)، دادا اور سلام (صدف تبریز) اور سیانا بھلکو (زینب تاجور) اچھی تحریریں تھیں۔ جاگو جگاؤ سے گہرا سبق ملا۔ آپ کے رسالے میں تمام سلسلے ماشاءاللہ عمدہ ہیں۔ محمد ارسلان صدیقی، کراچی۔

● ہر کہانی دل چسپ تھی۔ تین لڑکیاں (مسعود احمد برکاتی) بہت ہی اچھی کہانی تھی۔ کچھوا اور خرگوش (محمد شاہد حفیظ)، سیانا بھلکو (زینب تاجور)، سید حاراستہ (شیریں حیدر) دل چسپ کہانیاں تھیں۔ مضمون "آپ کا شکریہ" اخلاق کے کرشمے (حبیب اشرف صبوحی) اور گلوبل وارمنگ (توشیق ایاز) اچھے مضمون تھے۔ نظمیں بہت اچھی لگیں۔ گڑیا کی شادی، کچا مکان، دوست اچھی نظمیں تھیں۔ آنوگراف اور بلاعنوان کہانی اچھی تھیں۔ ہنڈ کلیا پڑھ کر منہ میں پانی بھر آیا۔ نونہال ادیب کی کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ نامہ ذوالفقار، کراچی۔

● تازہ شمارہ سپرہٹ تھا، مگر سرورق کی تصویر اچھی نہیں لگی۔ تین لڑکیاں اور بلاعنوان کہانی اچھی تھیں۔ آنوگراف، کچھوا اور خرگوش (محمد شاہد حفیظ) سیدھا راستہ (شیریں حیدر) بھی دل چسپ کہانیاں تھیں۔ حمنہ بنت ذوالفقار، کراچی۔

● ہمدرد نونہال میں پہلی دفعہ حصہ لے رہی ہوں۔ اپنی سہیلی ناہید بانو کے کہنے پر ہمدرد نونہال پڑھنا شروع کیا اور اب پابندی سے پڑھتی ہوں۔ ہر ماہ رسالہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ ماہ فروری کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ سیدہ ثمن فاطمہ بانو باقر علی، کراچی۔

● فروری کا رسالہ دل چسپ تھا۔ ہر کہانی خوب صورت اور اچھی تھی۔ سب سے زیادہ شیریں حیدر کی کہانی "سیدھا راستہ" اچھی لگی۔ باقی کہانیاں بھی کم نہیں تھیں۔ کچھوا اور خرگوش (محمد شاہد حفیظ)، سیانا بھلکو (زینب تاجور) اور مسعود احمد برکاتی کی کہانی "تین لڑکیاں" اچھی کہانیاں تھیں۔ دوست، کچا مکان، گڑیا کی شادی نظمیں بہت اچھی تھیں۔ عافیہ ذوالفقار، کراچی۔

● پہلے نمبر پر کہانی تین لڑکیاں (مسعود احمد برکاتی) اچھی لگی۔ باقی کہانیاں آنوگراف، بلاعنوان، سیدھا راستہ بھی اچھی تھیں۔ نظمیں بھی لاجواب تھیں۔ عالیہ بنت ذوالفقار، کراچی۔

● سرورق پر بچی بہت اچھی لگی۔ تمام مستقل سلسلے عمدہ تھے۔ ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ سیدہ نامعہ تام بخش، کراچی۔

● کچھوا اور خرگوش میری پسندیدہ کہانی ہے۔ باقی کہانیوں میں سیانا بھلکو، سیدھا راستہ اور بلاعنوان کہانی اچھی لگیں۔ زبیر بن ذوالفقار بلوچ، کراچی۔

● آپ کا شکریہ، اخلاق کے کرشمے، گلوبل وارمنگ، گویا، دادا اور سلام خوب صورت تحریریں تھیں۔ تین لڑکیاں اور سیدھا راستہ دل پر اثر کرنے والی کہانیاں تھیں۔ بلاعنوان بھی اچھی تھی۔ آیئے مصوری سیکھیں ہمیں پسند ہے۔ ہنڈ کلیا مزے دار تھی۔ ہمدرد نونہال اسمبلی پڑھ کر مزہ آیا۔ زہرہ شفیق، ہانیہ شفیق، کراچی۔

● فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ علم دریچے، کہانیاں، بلاعنوان کہانی، تین لڑکیاں، کچھوا اور خرگوش اور سیانا بھلکو تو بہت اچھی تھی۔ ہنسی گھر بھی بہت اچھا تھا۔ ثناء طاہر محمود، نواب شاہ۔

● فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ علم دریچے، بیت بازی، آیئے مصوری سیکھیں، روشن خیالات، کہانیاں سب بہت اچھا تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی اور لطیفے بہت پسند آئے۔ مقدس امام دین، جگہ نامعلوم۔

● کہانیوں میں سب سے بہترین تین لڑکیاں (مسعود احمد برکاتی) اور آنوگراف (سمعیہ غفار میمن) تھیں۔ حفصہ بنت فضل حسین، جگہ نامعلوم۔

● فروری کے شمارے کا سرورق بہت خوب صورت تھا۔ اس مہینے کا خیال بہت اچھا تھا۔ بلاعنوان کہانی (غیاث الدین حامد) بہت عجیب حالات کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہمارا ملک واقعی میں کیسا ہے، یہ جان کر افسوس ہوتا ہے، مگر ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب شیریں حیدر نے اپنی تحریر سید ھا راستہ میں بتایا۔ اگر ہمیں

کچھ کرنا ہے تو پہلے ہمیں خود کو بدلنا ہوگا اور درست راہ اختیار کرنی ہوگی۔ سیانا بھلکو (زینب تاجور) مزے کی کہانی تھی، مگر عنوان بدھو ہونا چاہیے تھا۔ مسعود احمد برکاتی کی کہانی "تین لڑکیاں" کچھ سمجھ نہ آئی۔ اخلاق کے کرشمے (حبیب اشرف صبوحی) میں مشعلِ راہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری۔

● فروری کے شمارے میں بلاعنوان کہانی نے بہت لطف دیا۔ میں نے کئی لوگوں کو سنائی۔ سب نے بہت پسند کی۔ سیانا بھلکو، سیدھا راستہ، دادا اور سلام بھی اچھی تھیں۔ آنوگراف اور تین لڑکیاں پسند آئیں۔ اخلاق کے کرشمے سبق آموز تحریر تھی۔ کچھوا اور خرگوش میں ابن انشاء کی اردو کی آخری کتاب میں موجود پیروڈی کو کہانی کی شکل میں پیش کیا گیا، جو زیادہ پُر لطف نہیں لگی۔ نونہال ادیب میں فضول خرچی اور ڈانٹ نہیں پیار اچھی تحریریں تھیں۔ حکایت سعدی بھی دل چسپ تھی۔ نظمیں بھی عمدہ تھیں۔ ریان سہیل، کراچی۔

● فروری کے شمارے کی تمام تحریریں زبردست تھیں۔ سرورق کی تصویر، بیگزین کو چار چاند لگا رہی تھی۔ ملک محمد احسن، راولپنڈی۔

● سرورق نہایت شان دار تھا۔ سب سے پہلے جاگو جگاؤ اور پہلی بات پڑھی۔ روشن خیالات، روشنی کی مانند تھے۔ تمام نظمیں چٹ پٹی تھیں۔ تین لڑکیاں کہانی اچھی تھی، لیکن غیر ضروری طوالت تھی۔ کچھوا اور خرگوش پہلے شائع ہو چکی ہے۔ سیانا بھلکو پڑھ کر اس عورت پر ترس آ گیا۔ دادا اور سلام زبردست کاوش تھی۔ سیدھا راستہ بہترین کہانی تھی۔ آنوگراف سمجھ میں نہیں آئی۔ بلاعنوان کہانی پسند نہیں آئی۔ محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی۔

● فروری کا سرورق کچھ خاص پسند نہیں آیا۔ کہانیوں میں سیانا بھلکو، کچھوا اور خرگوش، سیدھا راستہ اور آنوگراف بہت پسند آئیں۔ ہنسی گھر میں لطیفے پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ غرض پورا شمارہ ہی بہت زبردست ہے۔ حافظہ عزرا سعید، چک شیخ جی۔

● فروری کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ تمام کہانیاں اپنے عروج پر تھیں۔ بلاعنوان کہانی، کچھوا اور خرگوش، سیانا بھلکو، تین لڑکیاں اور آنوگراف اچھی تھیں۔ گلوبل وارمنگ اور خار پشت کے بارے میں پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ نظمیں بھی ساری اچھی لگیں۔ لبابہ عمران خان، لیاقت آباد، کراچی۔

● مجھے ہمدرد نونہال بہت پسند ہے اور بہت عرصے سے زیر مطالعہ ہے۔ میری اردو ہمدرد نونہال کی بدولت اچھی ہوئی ہے۔ انکل! مرسلہ کے کیا معنی ہیں یہ مُرسلہ ہوتا ہے یا مَرسلہ ہوتا ہے؟ رشا جمال الدین، کراچی۔

مُرسلہ (مُ رْ سَ لَہ) یہ عربی کا لفظ ہے اور مُرسَل سے بنا ہے، اس کا مطلب ہے، ارسال کیا گیا۔ بھیجا ہوا۔

● فروری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں، مگر بلاعنوان کہانی بہت اچھی اور متاثر کن تحریر تھی۔ روشن خیالات اور ہنسی گھر کے لطیفے بھی پسند آئے۔ شاہ میر عباسی، ہری پور۔

● ہمیشہ کی طرح فروری کا شمارہ بھی بے حد اچھا لگا۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی اور تین لڑکیاں بہت پسند آئیں۔ نظمیں ساری ہی اچھی تھیں۔ سرورق بالکل پسند نہیں آیا۔ حذیفہ عباسی، ہری پور۔

● جاگو جگاؤ سے لغت تک ہر سلسلہ انتہائی مکمل، دل چسپ اور بہترین ہوتا ہے۔ مضامین، کہانیاں، نظمیں، لطیفے ہر سلسلہ بہت خوب ہوتا ہے۔ سب سے اچھا مضمون آپ کا شکریہ (مسعود احمد برکاتی) لگا۔ آپ کا اور آپ کے ساتھ کام کرنے والے تمام علم دوست ساتھیوں کا تہ دل سے شکریہ۔ آپ لوگ جس محنت، محبت، توجہ اور لگن سے ہمارے لیے یہ کام کرتے ہیں، اس کے لیے ہم نونہال پڑھنے والے تمام بہن بھائی، دوست اور بزرگ آپ کے شکر گزار ہیں کہ اتنا مکمل اور موثر رسالہ ہمدرد نونہال کے سوا اور کوئی نہیں۔ بہادر علی حیدر، کنڈیارو۔

● فروری کا شمارہ بہت خوب تھا۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر "آپ کا شکریہ" سے بہت کچھ سیکھا۔ کہانیوں میں سب سے اچھی اور مزے دار سیانا بھلکو لگی۔ اس کے علاوہ سیدھا راستہ، آنوگراف اور بلاعنوان کہانی سے پاکستان سے محبت کا اظہار ہوا۔ اس کے علاوہ معلومات ہی معلومات سے بھی بہت کچھ سیکھا۔ علم دریچے نے بھی

بہت رہنمائی کی۔ اس دفعہ کا تو ہنسی گھر کمال کا تھا۔ روشن خیالات نے بھی رہنمائی کی۔ راحم فرخ خان، لیاقت آباد، کراچی۔

● فروری کا شمارہ شان دار تھا۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ بلاعنوان انعامی کہانی پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ محمد طلحہ مغل، ڈگری۔

● فروری کا شمارہ بہترین تھا۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ تین لڑکیاں (مسعود احمد برکاتی) بہت اچھی کہانی تھی۔ اس کے علاوہ سید حارا راستہ (شیریں حیدر) اور بلاعنوان کہانی (غیاث الدین حامد) بھی بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ باقی تمام سلسلے بھی بہترین تھے۔ زینب شاہ، فہد شاہ، ڈگری ماتسمرہ۔

● فروری کا شمارہ بہت عمدہ تھا۔ تمام کہانیاں بہترین تھیں۔ فہد شاہ، ماتسمرہ۔

● فروری کا شمارہ بہت پیارا تھا۔ خاص کر جاگو جگاؤ، پہلی بات، حکیم صاحب کی مفید باتیں کارآمد چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ روشن خیالات، ہنسی گھر، علم دریچے، نونہالوں کی تحریریں، معلومات افزا میں معلومات کافی اچھی تھیں۔ کس کس کا ذکر کیا جائے۔ آپ نے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ ایم اختر اعوان، کراچی۔

● اس ماہ کا شمارہ ہمیشہ کی طرح لاجواب تھا۔ تمام ہی کہانیاں زبردست تھیں۔ روحہ کساء زہرا، تلہ گنگ۔

● روشن خیالات، جاگو جگاؤ اور پہلی بات ہمیشہ کی طرح سبق آموز تھیں۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ آصف بوزدار، میرپور ماتھیلو۔

● فروری کا شمارہ سابقہ شماروں کی طرح بہترین تھا۔ تمام کہانیاں لاجواب تھیں۔ ہنسی گھر کے تمام لطائف کمال کے تھے۔ ماریہ اعظم، قلعہ دیدار سنگھ۔

● ''جاگو جگاؤ'' شہید حکیم محمد سعید کی باتیں یاد رکھنے والی ہیں۔ کہانیاں بہت زبردست تھیں۔ خصوصاً جن دوست، ناشکرا خرست، تین جھلے اور ویران کنویں کا راز بہت پسند آئیں۔ محمد خان، موچھ۔

● فروری کے مہینے کا سرورق بہت اچھا لگا۔ تصویر بہت پیاری لگی۔ بلاعنوان کہانی پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ مہوش حسین، کراچی۔

● نونہالوں کے لیے پاکستان کا نمبرون رسالہ ہمدرد نونہال ہی ہے۔ اس دفعہ سب کہانیاں بہت ہی اچھی تھیں۔ بتانا مشکل ہے کہ سب سے اچھی کون سی ہے۔ عیشہ فاطمہ، جگہ نامعلوم۔

● فروری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ میں ہمدرد نونہال کی خاموش قاری ہوں۔ سیدہ ایمان فاطمہ نقوی، لاہور۔

● سرورق پر موجود بچی کی تصویر بھلی لگی۔ مضامین میں اخلاق کے کرشمے (حبیب اشرف صبوحی) اچھی لگی۔ دادا اور سلام (صدف عنبرین) بھی ایک سبق آموز تحریر تھی۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی (غیاث الدین حامد)، سیانا بھلکو (زینب تاجور)، سید حارا راستہ (شیریں حیدر) کو بہترین پایا۔ زینب ناصر، فیصل آباد۔

● اس بار شمارے کا سرورق اچھا نہیں تھا۔ تحریروں میں بلاعنوان کہانی، سید حارا راستہ، دادا اور سلام بے حد سبق آموز تھیں۔ کچھوا اور خرگوش نے رسالے کو چار چاند لگا دیے۔ آٹوگراف اور سیانا بھلکو مزاحیہ کہانیاں تھیں۔ محمد عبدالحافظ جہانگیر، کراچی۔

● فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح زبردست تھا۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر سید حارا راستہ، دوسرے نمبر پر تین لڑکیاں، تیسرے نمبر پر بلاعنوان کہانی تھی۔ روشن خیالات نے تو پورے رسالے کو روشن کر دیا۔ سیانا بھلکو اور کچھوا اور خرگوش بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ نظموں میں کچا مکان اور دوست بہت پیاری تھیں۔ غرض یہ کہ تمام رسالہ بہت پسند آیا۔ محمد سلمان زاہد، کیماڑی، کراچی۔

● بلاعنوان کہانی (غیاث الدین حامد) بہت اچھی لگی۔ نظمیں سب بہت اچھی تھیں، ان میں کچا مکان (شاعر لکھنوی) زیادہ اچھی لگی۔ مضمون آپ کا شکریہ (مسعود احمد برکاتی) اچھا تھا۔ اخلاق کے کرشمے (حبیب اشرف صبوحی)، دادا اور سلام (صدف عنبرین)، سید حارا راستہ (شیریں حیدر) اچھی تحریریں تھیں۔ انعم صابر، کراچی۔

● فروری کا شمارہ پورا پڑھ کر ہی دم لیا۔ کہانیوں میں دادا اور سلام، تین لڑکیاں، سید حارا راستہ، آٹوگراف اور بلاعنوان کہانی

بہت پسند آئیں۔ کہانی کچھوا اور خرگوش بہت نرالی تحریر تھی۔ تحریر ''آپ کا شکریہ'' بھی خوب تھی۔ گلوبل وارمنگ موجودہ دور کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اور ہم سب کو متحد ہو کر اس پر قابو پانا ہے۔ نظم کچا مکان سے محنت کا سبق ملا۔ حرا سعید شاہ، جوہر آباد۔

● فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ خاص طور پر بلاعنوان کہانی بہت ہی زبردست تھی۔ لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ سیانا بھلکو اور آٹوگراف بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ انکل! لفظ ''ہنوز'' کا کیا مطلب ہے؟ عائشہ سید اسرار، پشاور۔

اتنا اچھا لکھنے کا شکریہ۔ ہنوز فارسی کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے، اب تک یا ابھی تک۔

● فروری کا شمارہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ تین لڑکیاں، کچھوا اور خرگوش، سیانا بھلکو، سید حارا راستہ، آٹوگراف اور بلاعنوان سمیت تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ محمد شیراز انصاری، کراچی۔

● ہماری اردو کی صلاحیت کو بہتر بنانے اور ہم میں اردو ادب کا ذوق پیدا کرنے میں ہمدرد نونہال نے اہم کردار کیا۔ بلاشبہ آپ اور آپ کے ساتھی داد و تحسین کے مستحق ہیں، جو کئی نسلوں کی اردو سنوار رہے ہیں۔ کہانیوں میں پوشیدہ سبق سے ان کی تربیت اور رہنمائی ہوتی ہے۔ عمارہ حزل، کراچی۔

● تازہ شمارہ بہت اچھا تھا۔ نونہال پڑھنے کی وجہ سے میری اردو بہت اچھی ہے۔ سعدیہ راشد، مسعود احمد برکاتی اور نونہال کی پوری ٹیم کو مبارک باد قبول ہو۔ اسحاق خان، گھوٹکی۔

● نونہال مصور میں کومل فاطمہ کی تصویر سب سے اچھی لگی۔ علم دریچے بھی اچھے تھے اور آٹوگراف کہانی بھی اچھی لگی۔ قرۃ العین بنت نورالامین، کراچی۔

● فروری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ کہانیوں میں آٹوگراف، سیانا بھلکو اور تین لڑکیاں پسند آئیں۔ نظموں میں گڑیا کی شادی، کچا مکان، اور نعت شریف پسند آئیں۔ اس بار کا نونہال مصور بھی بہت پسند آیا۔ مریم سہیل، کراچی۔

● فروری کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ تمام کہانیاں بہت زبردست تھیں۔ سیانا بھلکو بہت اچھی کہانی تھی۔ لطیفے بہت زبردست تھے۔ دادا اور سلام والی کہانی پڑھ کر ہم نے بھی سلام کی دعوت کو عام کیا۔ گویا شیخ سعدی کی بہت اچھی حکایت تھی۔ زنیرہ عاشر، عصمت، رمضان، مدیحہ رمضان، اویس حیدر، اوتھل بلوچستان۔

● اس بار کا شمارہ دیکھ کر اور پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ سب تحریریں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات اور روشن خیالات نے ہمارے دل روشن کر دیے۔ نظمیں بہت اچھی تھیں۔ کہانیوں میں سیانا بھلکو اور بلاعنوان کہانی بہت ہنسانے والی تھیں۔ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ بہت مزاحیہ تھیں۔ سید حارا راستہ ایک بہت سبق آموز کہانی اور دل کو چھو لینے والی تھی۔ اس بار شمارہ شان دار تھا۔ مدیحہ رمضان بمشٹ، اوتھل۔

● جو تحریر سب سے زیادہ اچھی لگی وہ ہے۔ مسعود احمد برکاتی کی کہانی تین لڑکیاں جو سبق آموز کہانی تھی۔ اس کے علاوہ غیاث الدین حامد کی بلاعنوان کہانی، صدف عنبرین کی دادا اور سلام اور نونہال ادیب میں ایمان شاہد کی نظم پھول بہت اچھی لگی۔ باقی تحریریں بھی بہت اچھی تھیں، جن میں آٹوگراف، خار پشت اور کچھوا اور خرگوش بہترین تھیں۔ عبدالجبار روی انصاری، لاہور۔

● ماہ نامہ ہمدرد نونہال پاکستان کا اول نمبر پر آنے والا بچوں کا رسالہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ رسالہ ہاتھ میں آتے ہی جاگو جگاؤ کی سطریں انسان کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں۔ پھر پہلی بات پڑھے بغیر آگے جانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس شمارے میں ''آپ کا شکریہ'' وہ تحریر تھی جو میں نے سب سے پہلے پڑھی۔ بلاعنوان کہانی اس لیے جلدی پڑھنی پڑی تاکہ اس کا اچھا سا عنوان لکھ کر بھیجا سکوں۔ باقی اخلاق کے کرشمے، گلوبل وارمنگ، دادا اور سلام، گویا بہت خوب کہانیاں تھیں۔ گڑیا کی شادی اور کچا مکان نظمیں اچھی لگیں۔ معلومات افزا کا سلسلہ بہت اچھا ہے۔ مشکل سوالات ہوتے ہیں، لیکن معلومات بڑھانے میں مددگار ہوتے ہیں۔ نونہال لغت سے اردو کا تلفظ درست ہوتا ہے۔ فریدہ گوہر، ملتان۔ ☆

نونہال خبرنامہ

چڑیل کا روپ

اسٹیفینی نامی ایک امریکی لڑکی نے میک اپ کے ذریعے سے خطرناک بلاؤں کا روپ دھار کر اپنی مہارت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے ۔ وہ میک اپ کے انوکھے طریقے سے اپنے چہرے پر اس قدر تبدیلی لے آئی ہے کہ اس کو پہچاننا مشکل ہو گیا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اسٹیفینی نے کسی سے مدد لیے بغیر صرف چار سال کی مشق اور شوق کی بنیاد پر اس حیرت انگیز فن پر عبور حاصل کرلیا۔ بزرگ ٹھیک کہتے ہیں: ''محنت ، لگن اور استقلال سے کچھ بھی ناممکن نہیں۔''

مرغ ناچ

سری لنکا کے ناگا قبائل میں دل چسپ مرغ ناچ اپنے عقیدے کے مطابق خدا کو راضی کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، تاکہ فصل اچھی ہو۔ اس ناچ میں ناچنے والا اپنے سر پر مرغ کی کلغی والی ٹوپی اور مرغ کے پَروں جیسا لباس پہن کر ناچتا ہے، جو دیکھنے میں بہت دل چسپ اور پُرلطف لگتا ہے۔ ☆
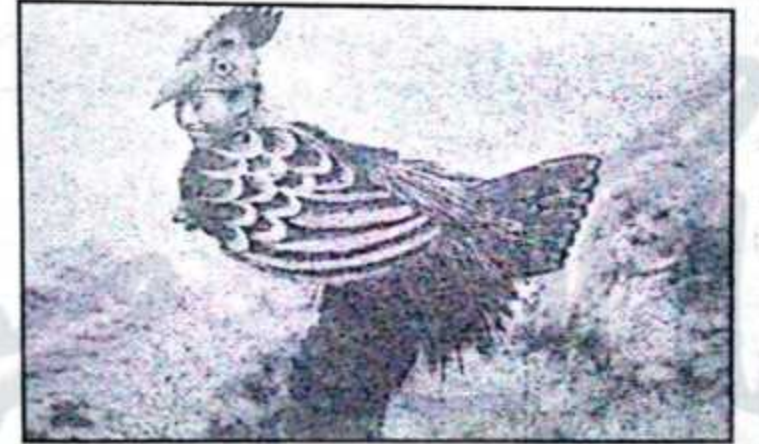
جوابات معلومات افزا - ۲۴۲

سوالات فروری ۲۰۱۶ء میں شائع ہوئے تھے

فروری ۲۰۱۶ء میں معلومات افزا-۲۴۲ کے لیے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے درست جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ درست جوابات دینے والے نونہالوں کی تعداد زیادہ تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ۱۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے۔ ان نونہالوں کو ایک ایک کتاب روانہ کی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ مدینہ منورہ کا پرانا نام یثرب ہے۔

۲۔ اسلامی سال کا پہلا مہینا محرم الحرام ہے۔

۳۔ پاکستان ہاکی فیڈریشن کے پہلے صدر راجا غضنفر علی خاں تھے۔

۴۔ پاکستان کا شہر خوشاب سرگودھا ڈویژن میں ہے۔

۵۔ بنگلہ دیش بننے کے بعد پاکستان کے پہلے چیف آف اسٹاف جنرل ٹکا خاں تھے۔

۶۔ کاشغر نامی شہر چین میں ہے۔

۷۔ دنیا کا سب سے قدیم ضابطۂ اخلاق اور آئین اٹھارویں صدی قبل مسیح میں حمورابی نے بنایا تھا۔

۸۔ سمتیں بتانے والے آلے کو قطب نما کہتے ہیں۔

۹۔ پائرومیٹر (PYROMETER) سے آگ کی تپش ناپی جاتی ہے۔

۱۰۔ ۱۹۵۹ء میں آغا حسن عابدی نے پاکستان میں یونائیٹڈ بینک قائم کیا تھا۔

۱۱۔ سب سے زیادہ جزائر والا ملک انڈونیشیا ہے۔

۱۲۔ مشہور شاعر سودا کا اصل نام مرزا محمد رفیع ہے۔

۱۳۔ ''مُوش'' فارسی زبان میں چوہے کو کہتے ہیں۔

۱۴۔ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر ۱۶۵۹ء میں ہندستان کے حکمران بنے تھے۔

۱۵۔ اردو زبان کی ایک ضرب المثل: ''ڈھاک کے تین پات'' ہے۔

۱۶۔ مشہور شاعرہ پروین شاکر کے اس مشہور شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

جگنو کو دن کے وقت پرکھنے کی ضد کریں ۔۔۔ بچے ہمارے عہد کے چالاک ہو گئے

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

☆ کراچی: سیدہ رداحسن، اسامہ احمد عثمان، محمد آصف انصاری، ماریہ عبدالغفار، سعد خان غوری، تہنیت شاہد ☆ اسلام آباد: لائبہ خان ☆ حیدرآباد: نسرین فاطمہ ☆ گھوٹکی: سمیا جسکانی، راہول کمار ☆ پشاور: فہد احمد ☆ راولپنڈی: محمد ارسلان ساجد ☆ رحیم یار خان: ردا فاطمہ ☆ ہری پور ہزارہ: معراج محبوب عباسی ☆ تلہ گنگ چکوال: علیشبہ نور۔

١٦ درست جوابات دینے والے نونہال

☆ کراچی: حبا سید، یوسف کریم، نیہا بیگ، آیت جبیں، ماریہ اکبر، صہیب علی، حفصہ فضل، ناعمہ تحریم، بشریٰ عبدالواسع، محمد شافع ☆ اسلام آباد: سدیس عالم آفریدی ☆ فیصل آباد: محمد عبداللہ ضیاء ☆ حیدرآباد: ماہ رخ ☆ میر پور خاص: محمد عمر اقبال ☆ گھوٹکی: ظہیر چاچڑ، اُمیا قادر جسکانی، ہیر العل، مبین خان، ہریشا کمار کیجوانی ☆ بے نظیر آباد: منور سعید خانزادہ، فروا سعید خانزادہ ☆ ڈگری: محمد طلحہ مغل، معاویہ مغل ☆ ٹھارو شاہ: بسمہ ارشاد خانزادہ، زیان آصف خانزادہ، شایان آصف خانزادہ ☆ تحصیل کبیروالا: لبابہ حسنین ☆ جہلم: سیماں کوثر ☆ کمالیہ: کشمالہ حبیب۔

١٥ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ کراچی: سیدہ اریبہ زہرہ، انس احمد خان، محمد فہد الرحمٰن، احتشام شاہ فیصل، فضل قیوم خان، صفی اللہ بن امین اللہ، فضل ودود خان، محمد اختر حیات خان، محمد عثمان غنی، کامران گل آفریدی، علی حسن، بہادر، احسن محمد اشرف، محسن محمد اشرف، طلحہ سلطان شمشیر علی، محمد اسد، مسکان فاطمہ، زینب فاطمہ صدیقی، نوین جاوید خانزادہ، فوزان اظہر، ماہا اعجاز، عالیہ ذوالفقار، افنال احمد خان، زرین ریان، رفیع اللہ، سندس آسیہ، ازکی مزمل، ہانیہ شفیق، کومل فاطمہ اللہ بخش، محمد سعد اللہ، سید شہظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سیدہ سالکہ محبوب، سیدہ مریم محبوب، سیدہ جویریہ جاوید، سید عفان علی جاوید، سمیعہ توقیر، علینا اختر، محمد مصعب انصاری ☆ حیدرآباد: محمد عاشر راحیل، عائشہ ایمن عبداللہ ☆ میر پور خاص: فاطمہ بتول، ثمینہ سیال، مناہل محمد انور ملک، عبدالمنان، محمد نعمان اصغر، آمنہ سلمان سیال ☆ اسلام آباد: لبابہ منیب، حمزہ جاوید قاضی ☆ چکوال: فصحیٰ زینب،

حماد الرحمٰن ☆ ملتان: احمد عبداللہ ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ ٹنڈو الہیار: مدثر آصف کھتری ☆ ڈیرہ غازی خان: رفیق احمد ناز ☆ ساہیوال: محمد عبداللہ ہاشمی ☆ سیالکوٹ: مائرہ آصف ☆ تحصیل وزیر آباد: سلمیٰ فرحت ہاشمی ☆ مانسہرہ: زینب شاہ ☆ میاری: ایم حارث انصاری ☆ چوکارہ ضلع کرک: ناصر زمان ☆ پسنی: شلی نخی ☆ سانگھڑ: محمد ثاقب منصوری ☆ ٹنڈو محمد خان: ماہین المسلم وصی ☆ نوشہرو فیروز: رمشا مُغل ☆ وہاڑی: مومنہ خالد ☆ سکھر: حرا مجید کھوکھر۔

١٤ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ کراچی: مریم رحیم، حفصہ تنویر احمد، معین الدین غوری، تحریم امین، وانیہ ہاشم، اُم کلثوم، جویریہ عبدالمجید، سعدیہ انصاری، داؤد عدنان، شاہ محمد اظہر عالم، انجم فاطمہ، رضی اللہ خان، سمیع اللہ خان ☆ اسلام آباد: محمد شہیر ہارون، عنیزہ ہارون ☆ راولپنڈی: زکریا عباسی، علی حسن ☆ لاہور: عبدالجبار رومی انصاری، مشعل آصف، امتیاز علی ناز ☆ چکوال: کائنات نواز ☆ بہاول نگر: انس عبدالرحمٰن ☆ اوتھل ضلع لسبیلہ: مدیحہ رمضان بھٹہ ☆ سکھر: حارث علی بھٹی، فلزا مبر ☆ ضلع لودھراں، کہروڑ پکا: محمد ارسلان رضا ☆ ملتان: فریدہ گوہر، ڈاکٹر جعفر راٹا، محمد حارث بھٹہ ☆ حیدرآباد: فائزہ احمد صدیقی، عبداللہ- عبداللہ، محمد عبداللہ قاضی ☆ پسنی: سسی نخی، شیراز شریف، میر جان نخی، نسیم واحد۔

١٣ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ کراچی: محمد حسام توقیر، محمد عبدالحماض، رضوان ملک امان اللہ، عائشہ قیصر، حنظہ مخی، ثمی پروین ☆ اسلام آباد: سعد رحیم ☆ پشاور: عائشہ سید اسرار ☆ حیدرآباد: مریم عارف خان ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: محمد بلال مجید ☆ میر پور ماتھیلو: آصف بوزدار، ظفر علی بوزدار ☆ میر پور خاص: رقیہ بی بی ☆ جامشورو: حافظ مصعب سعید، حافظ عمر سعید۔

١٢ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ کراچی: احمد حسین، اُسامہ ملک، زوش رضا، لاریب فاطمہ ☆ ٹنڈو الہیار: فریدہ عبدالرحمٰن ☆ سکھر: حدیقہ سلیم ☆ فیصل آباد: زینب ناصر ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: عمیر بلال مجید، عمیر مجید ☆ اوکاڑہ: عبدالمعز۔

١١ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ کراچی: قرۃ العین بنتِ نورالامین، ایم اختر اعوان، بلال خان، محمد اویس خان، تشمالہ ملک، محمد عمر بن عبدالرشید ☆ سرگودھا: ماہ نور افتخار۔

ہنڈکلیا

چنے کی ٹکیاں — مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، کراچی

سفید چنے : تین پیالی — بیسن : ایک پیالی

لال مرچ : دو چائے کے چمچے — سوکھا دھنیا (پسا ہوا) : ایک چائے کا چمچہ

ہلدی : آدھا چائے کا چمچہ — ہرا دھنیا : دو گٹھی (درمیانی)

نمک : حسب ذائقہ

ترکیب: سفید چنے اُبال کر اچھی طرح پیس لیں۔ اب اس میں بیسن اور تمام مسالے شامل کر کے اچھی طرح ملا لیں۔ اگر ضرورت پڑے تو تھوڑا سا پانی ملا کر آمیزہ تیار کر لیں۔ ہرا دھنیا باریک کاٹ کر شامل کریں اور چھوٹی چھوٹی گول ٹکیاں بنا کر گھی میں تل لیں۔

کشمیری چائے — مرسلہ : عائشہ حماد ہاشمی، ملتان

پانی : چار کپ — کھانے کا سوڈا : ایک چٹکی

الائچی : چار عدد — دودھ : آدھا لیٹر

پستے، بادام : ۶۰ گرام — چائے کی پتی : ایک کھانے کا چمچہ

چینی : حسب ذائقہ

ترکیب: کیتلی میں پانی اور پتی ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں، جب تین کپ پانی رہ جائے تو اس میں ایک چٹکی کھانے کا سوڈا ڈال کر اس وقت تک پکائیں، جب تک پانی کا رنگ گلابی نہ ہو جائے۔ دودھ کو الگ سے گرم کر لیں اور اس میں چائے کا قہوہ چھان کر ڈال لیں۔ کشمیری چائے تیار ہے۔ اس کو کپ میں نکال لیں اور اس پر پستے، بادام چھڑک دیں۔ ☆

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال فروری ۲۰۱۶ء میں جناب غیاث الدین حامد کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو چار نونہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ ہمارا پاکستان : حفظہ مجی اور تسبیح محفوظ علی، کراچی

۲۔ اپنی پہچان : سدیس عالم آفریدی، اسلام آباد

۳۔ میٹھا جھوٹ : فروا سعید خانزادہ، بے نظیر آباد

چند اور اچھے اچھے عنوانات

اچھا پاکستانی۔ پردے میں رہنے دو۔ حب الوطنی۔ شیخ سے شیخی۔ پردہ پوشی۔ اپنی عزت۔ وطن کی عزت۔ گھر تو آخر اپنا ہے۔ بھرم۔ پردہ پوشی۔ شیخ صاحب اور پاکستان۔ جواب لاجواب۔ آج کا پاکستان۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: احتشام شاہ فیصل، محمد فہد الرحمٰن، علینا اختر، مفراح طاہر، محمد اسد، طلحہ سلطان شمشیر علی، محسن محمد اشرف، احسن محمد اشرف، بہادر علی حسن، کامران گل آفریدی، محمد عثمان غنی، محمد معین الدین غوری، احمد حسین، محمد جلال الدین اسد خان، رضوان ملک امان اللہ، بلال خان، محمد اختر حیات خان، محمد اویس خان، فضل ودود خان، صفی اللہ بن امین اللہ، فضل قیوم خان، زینب فاطمہ، حفصہ مریم، اسماء زیب عباسی، مہوش حسین، محمد عبدالحماض، سیدہ ردا حسین، محمد عدنان زاہد، عروبہ

اعجاز، شمی پروین، عافیہ ذوالفقار، آیت جبیں، زوش رضا، اقدس شاہد، انعم صابر، حریم افتخار، محمد شیراز انصاری، شازیہ انصاری، ماریہ اکبر، مصامص شمشاد غوری، موسیٰ عدنان، افضال احمد خان، زین ریان، عمر معاویہ، یمنیٰ توقیر، محمد بلال صدیقی، ازکیٰ مزمل، سارہ عبدالواسع، ہانیہ شفیق، شاہ بشریٰ عالم، تفشالہ ملک، عائشہ جبیں، اُسامہ نورحسن صدیقی، جویریہ عبدالمجید، بلال بیگ، ریان سہیل، کومل فاطمہ اللہ بخش، مہوش افتخار، امامہ سعید، حفصہ فضل، عمر بن عبدالرشید، سید شہظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سیدہ سالکہ محبوب، سیدہ مریم محبوب، سید صفوان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، عبدالرحمٰن قیصر، محمد سعد اللہ، ثمن عائشہ، سمیعہ توقیر، لبابہ عمران خان، اسامہ ملک، بشریٰ رحمٰن، تہنیت شاہد، مریم علی، تراب انصاری، لبابہ عمران خان، راحم فرخ خان، سمیرا بنت یوسف، قرۃ العین بنتِ نورالامین، محمد شافع، یسریٰ فرزین، ثناء جمال الدین، محمد تیمور علی، کنزیٰ طارق، سمیع اللہ خان، رضی اللہ خان، ایم اختر اعوان، مریم سہیل، شاداب رحیم، مسکان فاطمہ، محمد ابوبکر عمران، انجم فاطمہ ☆ **حیدرآباد:** امبر ملک، ارسلان اللہ خان، سمیرہ بتول، عبداللہ۔ عبداللہ، عائشہ ایمن عبداللہ، مرزا حمزہ بیگ، مریم کاشف، فائزہ احمد صدیقی ☆ **سکھر:** طٰحٰہ احمد صدیقی، فلزا مہر، وجیہہ مجید کھوکھر، حارث علی بھٹی ☆ **فیصل آباد:** محمد عبداللہ ضیاء، زینب ناصر ☆ **لاہور:** عبدالجبار رومی انصاری، حوریہ نوید، عبداللہ محسن، امتیاز علی ناز ☆ **راولپنڈی:** ملک محمد احسن، ودیعہ صدف، علی حسن، اسامہ ظفر راجا، گل فاطمہ ☆ **اسلام آباد:** محمد شہیر ہارون، عنیزہ ہارون، حبیب جاوید قاضی، لبابہ منیب ☆ **پشاور:** فہد احمد، عائشہ سید اسرار ☆ **ملتان:** ایمن فاطمہ، حماد علی، فریدہ گوہر، شیخ محمد نبیل آصف نور، محمد حارث بھٹہ ☆ **رحیم یار خان:** حسان شاکر، حلیمہ سعدیہ ☆ **تلہ گنگ ضلع چکوال:** حافظہ عزرا سعید، ضحیٰ زینب، علیشبا نور ☆ **بہاول پور:** محمد حمزہ نعیم ☆ **بہاول نگر:** گل اقصیٰ

☆ **ڈیرہ غازی خان:** رفیق احمد ناز ☆ **سرگودھا:** راجا مرتضیٰ خورشید علی ☆ **گھوٹکی:** سمیا جکانی ☆ **ٹنڈو الہیار:** مدثر آصف کھتری ☆ **ٹنڈو محمد خان:** ماہین المسلم وصی ☆ **میاری:** ایم حارث انصاری ☆ **کھوسکی:** سیدہ مقدس ☆ **خوشاب:** حرا سعید شاہ ☆ **ہارون آباد:** علیشاہ فاطمہ ☆ **وہاڑی:** مومنہ خالد ☆ **مانسہرہ:** فہد شاہ ☆ **شیخوپورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **سانگھڑ:** علیزہ ناز منصوری ☆ **علی پور:** پرنس سلمان یوسف سمیجہ ☆ **کہروڑ پکا، لودھراں:** محمد ارسلان رضا ☆ **اوتھل ضلع لسبیلہ:** محمد سبطین عاشر بھٹہ ☆ **ہری پور ہزارہ:** معراج محبوب عباسی ☆ **جہلم:** سیماں کوثر ☆ **جامشورو:** حافظہ خدیجہ سعید، حافظ مصعب سعید ☆ **تھاروشاہ:** شایان آصف خانزادہ راجپوت، بلال ارشاد خانزادہ راجپوت، بریان آصف خانزادہ راجپوت ☆ **میرپورخاص:** فرحین یوسف، سید میثم عباس شاہ، ماہ پارہ بتول، احمد علی سیال، سکینہ سیال، مناہل محمد انور ملک، سمرہ احمدانی ☆ **میرپورخاص:** محمد مبشر علی ☆ **میرپور ماتھیلو:** آصف بوزدار، الطاف بوزدار، ظفر علی بوزدار ☆ **نوشہرو فیروز:** بہادر علی حیدر گڈانی بلوچ، گل ابراہیم پھُل ☆ **ڈگری:** محمد طلحہٰ مغل، معاویہ طلحہٰ مغل ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** محمد بلال مجید، عمیر بلال مجید، عمیر مجید چودھری، سعدیہ کوثر مغل ☆ **پسنی:** شلی تخی، شیراز شریف، جنید واحد، میر جان تخی، سسی تخی ☆ **بے نظیر آباد:** منور سعید خانزادہ راجپوت۔

☆

ای-میل کے ذریعے سے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلے فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔

hfp@hamdardfoundation.org

نونہال لغت

حَمِیت — حَ مِ یِ یَ ت — شرم۔ غیرت۔ ننگ۔ غصہ۔ جوش۔

حُرمت — حُ رْ مَ ت — عزت۔ آبرو۔ عظمت۔ حرام ہونا۔

کُوڑھ — کُ وْ ڑْ ھ — بے وقوف۔ احمق۔ مورکھ۔

چَاشنی — چَا شْ نِی — قوام۔ شیرہ۔ ذائقہ۔ مزہ۔ نمونہ۔

ڈھارس — ڈَ ھ ا رَ س — سہارا۔ تسلّی۔ حوصلہ۔ ہمت۔ آسرا۔

تَلخ — تَ لْ خ — کڑوا۔ بدمزہ۔ بدذائقہ۔ ناگوار۔ ناپسند۔ تندوتیز۔

فِقہ — فِ قہ — سمجھ۔ واقفیت۔ دانائی۔ قانون شریعت کے مسائل کا علم۔

مَنطق — مَ نْ طِ ق — وہ علم جو عقلی دلائل سے حق کو حق اور ناحق کو ناحق کردیتا ہے۔ ٹھیک طور سے سوچنے کا علم۔ خوش کلامی۔

مُشیر — مُ شِی ر — مشورہ دینے والا۔ صلاح کار۔ تدبیر بتانے والا۔ رائے دینے والا۔

دَلیل — دَ لِی ل — ثبوت۔ شہادت۔ وجہ۔ سبب۔ حجّت۔ بحث۔

رُسوا — رُ سْ وَ ا — ذلیل۔ خوار۔ بدنام۔ بے عزت۔ روسیا۔

وَاعظ — وَ ا عِ ظ — وعظ کہنے والا۔ نصیحت کرنے والا۔

گُر — گُ ر — کسی کام کے کرنے کا خاص طریقہ یا قاعدہ۔ اصول۔ کلیہ۔

نِکما — نِ کَ مْ مَا — بے کار۔ ناکارہ۔ بے مصرف۔ خالی۔

رَشک — رَ شْ ک — حسد۔ جلن۔ کسی کے برابر ہونے کی خواہش۔

مَشروط — مَ شْ رُ وْ ط — شرط کیا گیا۔ کسی شرط پر موقوف۔

رَبط — رَ بْ ط — میل ملاپ۔ راہ ورسم۔ دوستی۔ پیار۔ اخلاص۔ تعلق۔ لگاؤ۔